

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ وَمُسْلِمَةٍ (الحدیث)
علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔

طالبات تقریر کیسے کریں؟

جلد ہشتم

شیخ طریقت حبیب الامت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حسان رحمہ اللہ،
خلیفہ و مجاز حضرت صادق الامت پرنامہ (خلیفہ و مجاز حضرت سجاد الامت جلال آبادی) مدیر دارالعلوم محمدیہ بنگلور

کی مجالس سکاخوذ

مرتب

ڈاکٹر حکیم محمد فاروق اعظم حسان قاسمی
نائب مہتمم دارالعلوم محمدیہ بنگلور

مکتبہ سید ابوبکر
۲۲۴۵۵۲

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب :	طالبات تقریر کیسے کریں؟ (جلد ہشتم)
ماخوذ از خطبات :	حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حسان رحیمی
مرتب :	ڈاکٹر حکیم محمد فاروق اعظم حسان قاسمی
کتابت و تزئین :	مولانا عبید الرحمن قاسمی و مولانا نہیم احمد قاسمی، حبان گرافکس بنگلور
باہتمام :	مولانا محمد طیب قاسمی
تعداد :	تین ہزار (۳۰۰۰)
قیمت :	
ناشر :	مکتبہ طیبہ نزد سفید مسجد، دیوبند، سہارنپور-247554 (یو پی)

مرتب کا مکمل پتہ

RAHEEMI SHIFA KHANA
#248, 6th Cross, Gangondanahalli Main Road,
Nayandhalli Post, Maysore Road
BANGALORE - 560039 (INDIA)
Ph.: 080-23180000, 23397836/72
www.raheemishifakhana.com
E-mail.: raheemishifakhana@yahoo.com

فہرست

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
1	انتساب	9
2	تقریظ	10
3	حرف اول	12
4	زندگی کی بہار قربانی سے ہے	13
	قصہ قابیل و ہابیل	16
5	عورت کا سب سے قیمتی زیور نیک اولاد ہے	18
	نیک اولاد ذخیرہ آخرت ہے	22
6	عورتوں کیلئے اسلامی تعلیم کی اہمیت	23
	لڑکیوں کی تعلیم کا نظم عورتوں کے ذریعہ ہی کیا جائے	26
7	گانا اور میوزک نفاق پیدا کرتا ہے	28
	گانا عام ہوتا جا رہا ہے	29

30	گانا جانفاق پیدا کرتا ہے	
33	خواتین معاشرہ کی روایات کی امین ہیں	8
34	ماں کی ذمہ داریاں اور اس کے نتائج	
36	بوقت ضرورت بچوں کی پٹائی بھی کریں	
37	جس کو ملا ادب سے ملا	9
38	با ادب ملازم	
39	فقیر علی مخدوم قدس سرہ	
40	بے ادب مخدوم گشت از	
41	عورت اسلام میں رحمت کی مظہر ہے	10
42	انسان پر سب سے بڑا حق اس کی ماں کا ہے	
43	ہم دوسروں کی اصلاح کی بھی فکر کریں	
45	نماز سے جسمانی صحت کا تعلق	11
46	نماز کے جسمانی فوائد بھی ہیں	
47	صحت اللہ کی بڑی نعمت ہے	
50	سود کی نحوست	12
51	سود کا گناہ زنا سے بھی بڑھا ہوا ہے	
52	لابری اور ماہانہ فنڈ	
52	سود سے کیسے بچیں	
54	بیٹیوں کی پرورش پر جنت کی بشارت	13
55	ایک بیٹی کی پرورش پر بھی جنت کی بشارت	
56	اولاد کو برابر تحفہ دو	

- 14 مالدار بننے سے اخلاق پیدا نہیں ہوتے!
- 15 خوف خدا سے امن قائم ہو سکتا ہے
- 15 اخلاق تو مذہب اسلام سکھاتا ہے
- 15 علم کی ضرورت کیوں ہے؟
- 16 علم کی ضرورت ہر شئی پر مقدم
- 16 قیامت کے حفاظ کا مقام بہت بلند ہوگا
- 16 سماجی خدمت کی اہمیت اور وقعت
- 17 مسلمان مسلمان کا بھائی
- 17 حقوق العباد
- 17 پڑوسیوں کے حقوق
- 17 قناعت کرنے والا کسی کا محتاج نہیں رہتا
- 18 مالدار کی قناعت کے خلاف نہیں
- 18 علم کی فضیلت اور قسمیں
- 19 معلم و معلم کیلئے ہر مخلوق دعا کرتی ہے
- 19 علم انبیاء ﷺ کی میراث
- 19 والدین کی خدمت نجات کا ذریعہ
- 20 والدین کی خدمت فرض ہے
- 20 والدین کی نافرمانی دارین میں تباہی کا سبب
- 20 مرد کی طرح عورت بھی لائق احترام ہے
- 20 عورت بھی مرد ہی کی طرح لائق احترام اور مکرم ہے۔
- 84 عورتوں کے بھی حقوق ہیں

- 21 صلہ رحمی کی برکتیں
- 22 کسی مسلمان سے تین دن سے زیادہ قطع تعلق جائز نہیں
- 22 کیا اعلیٰ تعلیم عورتوں کیلئے ضروری ہے؟
- 23 تاریخی خواتین
- 23 مدرسہ نسواں کی افادیت
- 23 دوزخیوں کا کھانا اور پینا
- 24 ضریح یعنی آگ کے کانٹے
- 24 غسلین زخموں کا دھوون
- 24 غساق
- 24 دنیا میں عیش و آرام کی زندگی بسر کر نیوالا
- 24 اسلام میں انسانی خدمت کی اہمیت
- 25 اصل نیکی یہ ہے
- 25 ایثار
- 25 طلباء کے فضائل اور حقوق
- 26 حضرت مولانا خالد فیصل ندوی لکھتے ہیں کہ
- 26 علم بغیر عمل کے لا حاصل ہے
- 26 اسلام میں حسن سلوک کی قدر و منزلت
- 26 جانوروں کے ساتھ حسن سلوک
- 26 جانوروں کا آپس میں سلوک
- 26 بیٹھا بول بھی حسن سلوک ہے
- 26 دشمنوں کیساتھ بھی حسن سلوک

- 27 عمر رسیدہ لوگوں کی فضیلت 118
- عمر رسیدہ خدائی قیدی ہیں 119
- عمر رسیدہ احترام کا زیادہ مستحق 121
- 28 جھوٹ کی قسمیں 122
- تحفہ پر جھوٹ 123
- عزیز یا دوست کی جھوٹی تعریف 123
- سفید جھوٹ 123
- موٹا پاکیزہ اور کو جھوٹ بتانا 124
- ملازمت اور انٹرویو پر جھوٹ 124
- والدین کا بچوں سے جھوٹ 124
- دلہنوں سے جھوٹ 125
- خواتین کا شاپنگ کے وقت جھوٹ 125
- جھوٹا شخص ہر گناہ کر سکتا ہے 125
- مومن اور منافق کی علامت 126
- 29 پردے کا فلسفہ 127
- بے پردگی کے نقصانات 128
- فلسفہ حجاب کوئی مخفی اور پوشیدہ چیز نہیں ہے کیونکہ 128
- عورتوں پر کمانے کی کوئی ذمہ داری نہیں 129
- شوہر کی اطاعت عورت کی اہم ذمہ داریاں 130
- 30 حضور اکرم ﷺ کے نواسوں کی سخاوت 131
- بڑے نفع کا سودا 132

- ایک کا بدلہ دس 134
- جنت کے نوجوانوں کے سردار 135
- 31 عورتوں کی تعلیم اصل مقصد 136
- مقصد تعلیم 137
- مرد و عورت کی الگ الگ ذمہ داری 140
- 32 زمانہ جاہلیت میں سماج کی حالت 142
- قبل از نبوت آپ ﷺ کے اخلاق عالیہ 143
- یہ تھا زمانہ جاہلیت 144
- تعلیم نبوت کا نتیجہ 146
- 33 جہیز کی لعنت کیلئے لڑکی کے والدین بھی ذمہ دار ہیں 148
- مردوں کی بڑی ذمہ داری 149
- جہیز تو ایک تحفہ ہے 150
- کوئی زبردست تنظیم ہونی چاہیے 151
- 34 جہاد کا مقصد 153
- آج تھکوتا بتاتا ہوں تقدیر 155
- 35 عمدہ لباس پہنیں مگر.....! 157
- آدمی کا حسن لباس سے ہے 158
- کپڑے کا اصل مقصد ستر پوشی ہے 159
- ☆☆☆

طالبات تقریر کیسے کریں؟ جلد ہشتم کا

انتساب اور ثواب

نواسہ رسول اکرم حضرت سیدنا حسن ابن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نام معنون کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں، جن کی والدہ ماجدہ فاطمہ بنت رسول ہیں، جن کی کنیت ”ابو محمد“ ہے، جن کی پیدائش پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود دیکھنے کے لئے تشریف لے گئے اور فرمایا: ”أَرُونِي مَا سَمَّيْتُمُو“ مجھے میرا بیٹا دکھاؤ۔ پھر زبان نبوی نے آپ کا نام ”حسن“ رکھا اور آپ کے کان میں اذان دی۔ یہی اذان آپ کی زبان حق سے صداقت بن کر آخری سانسوں تک گونجتی رہی جس سے کفار و مشرکین لرزہ بر اندام رہے۔ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے۔ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کا ندھوں پر بٹھا کر ارشاد فرمایا: اے اللہ! میں اس کو محبوب رکھتا ہوں آپ بھی اس کو محبوب رکھیں! (بخاری و مسلم) آپ کی ذات اطہر پر ہزاروں رحمتیں، برکتیں اور انوارات نازل ہوں۔

خاکروب آستانہ اہل بیت اطہار

محمد ادریس حبان رحیمی چرتھاؤلی

خانقاہ رحیمی بنگلور

مورخہ: ۱۸ جون ۲۰۱۳ء بروز منگل

تقریظ

مولانا حکیم محمد عثمان حبان دلدار قاسمی زید مجرہم
ناظم تعلیمات دارالعلوم محمدیہ بنگلور

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، اما بعد!

زمانہ قدیم میں بچیوں اور لڑکیوں کی تعلیم و تربیت پر کوئی خاص توجہ نہیں دی جاتی تھی، بلکہ عورت کو انسان تصور کرنے والے بہت کم لوگ تھے، وہ صرف مرد کی ضرورت تھی لیکن اسلام نے عورت کو مقام اعلیٰ عطا کیا، اس کی تعلیم و تربیت کو لازمی اور اجر و ثواب کا ذریعہ بتایا، سارے عالم میں پھیلی ہوئی خرافات جو عورت کو ذلیل و رسوا کرنے کیلئے ہوا کرتی تھیں ان کو اسلام نے مٹایا، اور ہر ماں، بیٹی، بہن اور بیوی کو اس کا جائز حق دلویا تا کہ وہ بھی معاشرے میں سکون و اطمینان کی زندگی گزار سکے۔

آج جب یورپی تہذیب و تمدن کی بدولت رشتوں میں دراڑیں پڑتی جا رہی ہیں اور عورتیں آزادی کے نام پر رسوائی و ذلت کو فخر و منزلت سمجھنے لگی ہیں تو ایسے موقع پر اسلام کے پیش کردہ نظام حیات کو دہرانے کی اشد ضرورت ہے، یہ اسی وقت ممکن ہے جب عورت کو اس کا صحیح منصب و مقام یاد دلایا جائے، اس کی صحیح تربیت کی جائے۔

آج عورت کی تعلیم تو ہے لیکن اس کی صحیح تربیت نہیں، اس پر نگہ تو کی جاتی ہے لیکن مثبت پہلو کی طرف متوجہ نہیں کیا جاتا، جس کی ضرورت از حد ہے۔ اس ضرورت کو حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی مدظلہ العالی نے خوب سمجھا اور اپنی مجالس میں مسلم بچیوں کی اصلاح و تربیت کے متعلق خصوصی ارشادات و فرمودات کے ذریعہ یہ باور کرایا کہ عورت گھر کی ملکہ ہے، اسے بازار کی رونق نہیں بنایا جاسکتا، لہذا ہمیں اپنی بچیوں کی تعلیم و تربیت اسلامی رنگ میں بچپن سے ہی کرنی چاہئے، تاکہ ایک منظم و مستحکم اور پاکیزہ معاشرہ میسر ہو سکے۔

برادر کبیر ڈاکٹر حکیم محمد فاروق اعظم حبان قاسمی زید مجدہم نے آپ کے ارشادات کو شروع میں خطبہ و تمہیدی کلمات کے ذریعہ ترتیب دے کر ایک چھوٹا سا کتابچہ بعنوان ”طالبات تقریر کیسے کریں؟“ ترتیب دیا تھا، جس کے موضوعات کو بے حد پسند کیا گیا، جس پر بہت سے افراد نے اس کی مزید جلدیں لانے پر اصرار کیا، حضرت حبیب الامت مدظلہ سے اجازت طلب کرنے کے بعد آپ کے دیگر خطبات اور مجالس سے مزید عنوانین کو اخذ کر کے دس جلدوں پر مشتمل مناسب صفحات پر اس کتاب کی دوبارہ اشاعت کی گئی، ذات باری تعالیٰ سے امید ہے کہ سابقہ کتابچہ کی طرح ”طالبات تقریر کیسے کریں؟“ کتاب بھی مدارس نسواں کی طالبات کیلئے اسی طرح نافع ثابت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اس سعی کو قبول فرمائے اور ناشر جناب مولانا محمد طیب صاحب قاسمی مالک مکتبہ طیبہ و جملہ معاونین کو جزائے خیر عطا فرمائے، آمین!

العارض

محمد عثمان حبان دلد آرقاسمی

ناظم تعلیمات دارالعلوم محمدیہ بنگلور

مورخہ: ۱۷ جون ۲۰۱۳ء بروز پیر

حرفِ اول

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم، اما بعد!

الحمد للہ بعد نماز جمعہ احاطہ دارالعلوم محمدیہ بنگلور میں مجلس رحیمی ہوتی ہے، ناچیز مجالس میں شریک رہتا ہے جس میں اصلاح و تربیت کے عنوان پر مختلف جواہر پاروں سے حاضرین دامن بھرتے ہیں، دل میں داعیہ پیدا ہوا کہ ان کو یکجا کیا جائے جس سے مدارس میں پڑھنے والی طالبات استفادہ کر سکیں، مجلس رحیمی میں حضرت قبلہ والد بزرگوار خواتین کے متعلق جو ارشاد فرماتے تھے راقم ان کو یکجا کرتا رہا اور تھوڑے عرصہ میں مختلف عنوانات سے مضامین تیار ہو گئے، عنوانات ترتیب دے کر قبلہ والد بزرگوار سے ان کو شائع کرنے کی اجازت طلب کی، حضرت نے چیدہ چیدہ مقامات سے دیکھ کر اجازت مرحمت فرمادی، ناچیز نے صرف تمہیدی کلمات کا اضافہ کیا ہے امید کہ تقریروں کا یہ مجموعہ مدارس نسواں کی طالبات کیلئے نافع ثابت ہوگا۔ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ ناچیز کی اس سعی کو قبول فرمائے اور ناشر جناب مولانا محمد طیب صاحب قاسمی مالک مکتبہ طیبہ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین!

احقر

محمد فاروق اعظم قاسمی المعروف محمد حارث حبان

نائب مہتمم دارالعلوم محمدیہ بنگلور

مورخہ: ۱۸ جون ۲۰۱۳ء بروز منگل

زندگی کی بہار قربانی سے ہے

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْأَنْبِيَاءِ
وَالْمُرْسَلِينَ، وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ، آمَّا بَعْدُ! فَأَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ
الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ. بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ. يَبْنِي إِنِّي أَرَى فِي الْمَنَامِ
إِنِّي أَذْبَحُكَ فَانظُرْ مَاذَا تَرَى قَالَ يَا بَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ
اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ. صَدَقَ اللَّهُ الْعَظِيمُ.

قابل صد احترام معلمات، عزیزہ طالبات، خواتین اسلام، بزرگ ماؤں اور
پیاری بہنو! ابوالانبیاء سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پوری زندگی کا مطالعہ کریں تو
معلوم ہوتا ہے قربانیوں سے پر ہے اور اللہ کی طرف سے سخت امتلاؤ آزمائش کا انھیں
سامنا کرنا پڑ رہا ہے اور ہر امتحان میں پورے اترے اور سو فیصد کامیابیوں سے
ہمکنار ہوئے تو اللہ کی طرف سے یہ بشارت آئی کہ اے ابراہیم ہم تم کو لوگوں کا امام و
پیشوا اور رہبر بنائیں گے۔ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا۔

حضرت مولانا بلال عبدالحی حسنی لکھتے ہیں کہ جب سے دنیا قائم ہے اس
وقت سے لے کر آج تک اس کی سینکڑوں مثالیں چشم فلک نے دیکھی ہیں۔ جو قربانی

جتنی زیادہ بارگاہ الہی میں مقبول ہوئی اس کے اتنے ہی دور رس اور دیر پا نتائج
سامنے آئے، اس میں ایک قربانی وہ بھی تھی جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دی تھی، وہ
صرف ایک قربانی نہ تھی بلکہ قربانیوں کا سلسلہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو جب آزمایا اور
جس طرح انہوں نے اپنی محبت کا جو ہر پیش کر دیا، تاریخ میں اس کی مثال نہیں مل
سکتی، پہلی قربانی انہوں نے اپنی جان کی پیش کی جب نمرود نے ان کو آگ میں ڈالا،
وہ بے خوف و خطر کود پڑے، کسی سے مدد لینا ان کو گوارا نہ ہوا۔ عشق الہی کی آگ نے
ان کو ایسا سوختہ کر دیا تھا کہ ہزار جانیں قربان کرنا ان کے لیے آسان ہو گیا تھا، اپنی
دانست میں انہوں نے اپنی جان قربانی کر دی لیکن حکم الہی کچھ اور تھا۔ آگ کو ارشاد
ہوا۔ يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ. (سورۃ الانبیاء: ۶۹) اے آگ ٹھنڈی
ہو اور سلامتی، نجا ابراہیم کے لیے (دوسری قربانی انہوں نے اپنے بیوی و بچے کی
دی، اللہ کا حکم ہوا کہ دونوں کو بے آب و گیاہ علاقہ میں چھوڑ آئیں، یہ کام آسان نہ
تھا، وہ بڑے حساس، گداز قلب اور محبت کرنے والے تھے لیکن محبت الہی کے آگے
کیا دیر تھی، اس قربانی میں بھی وہ کھرے اترے۔

تیسرا موقع بڑا نازک تھا، بچہ کی عمر شعور کو پہنچی، باپ کو اس زمانے میں بچے
کے ساتھ تعلق ہوتا ہے جبکہ بچہ بھی کیسا ہونہار اور سعادت شعار! حکم ہوا کہ اپنے ہاتھ
سے اپنے لخت جگر کو قربان کر دیں ﷺ یہ امتحان کی سخت گھڑی تھی لیکن خلیل اللہ کے
لیے ماسوی اللہ کا قربان کرنا مشکل نہ تھا، باپ بھی تیار اور بیٹا بھی تیار ایک تنہائی کے
مقام پڑ لے گئے اور لٹا کر چھری چلا دی، ادھر سے ندا آئی۔ يَا اِبْرَاهِيمَ قَدْ صَدَّقْتَ
الرُّؤْيَا اے ابراہیم تم نے خواب سچ کر دکھایا اللہ نے بیٹے کی جگہ ایک مینڈھا بھیج دیا وہ
قربان ہو گیا۔ ارشاد ہوتا ہے۔ وَفَدَيْنَاهُ بِذَبْحٍ عَظِيمٍ (سورۃ الصافات: ۱۰) اللہ تعالیٰ کو
ان کی قربانیاں ایسی پسند آئیں کہ قیامت تک کے لیے ان کو جاری فرما دیا گیا، اور

ان کی ملت کو بقاء و دوام عطا کیا گیا، خود حضور ﷺ کو ارشاد ہوا کہ۔ اَنْ اَتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيفًا (سورۃ اہل ۱۳) کہ آپ ہر طرف سے کٹ کر ملت ابراہیمی کی پیروی کیجئے، دنیا کی تاریخ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ سب سے بڑی قربانی تھی، جس کے نتیجہ میں رہتی دنیا تک وہ زندہ جاوید کر دیے گئے۔

عید الاضحیٰ کی قربانی ان کی اسی قربانی کی یادگار ہے ملت اسلامیہ کا وجود بدر کی قربانی سے مربوط ہے مٹھی بھر جماعت جس طرح اپنی اپنی جانوں کا نذرانہ لیے رسول اللہ ﷺ کے سامنے حاضر ہو گئے، تاریخ عالم اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے، بارگاہ الہی میں مناجات کرتے ہوئے حضور ﷺ کا عجب حال تھا، بے خودی میں شانہ مبارک سے چادر گر جاتی تھی، اس حال میں زبان مبارک سے جو الفاظ ادا ہوئے وہ حقائق و معانی کا ایک سمندر اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں، اس میں ہدایت بھی ہے اور پیغام بھی، آپ نے فرمایا۔ اَللّٰهُمَّ اِنْ تُهْلِكَ هَذِهِ الْعَصَابَةُ لَا تَعْبُدْ بَعْدَهَا فِي الْاَرْضِ (اے اللہ اگر آج یہ مٹھی بھر جماعت ہلاک ہوئی تو تیری عبادت کرنے والا اس روئے زمین پر کوئی نہ ہوگا)۔ اللہ نے یہ قربانی اسی طرح قبول فرمائی کہ شرکاء بدر کی مغفرت عامہ اور دوسرے حضرات پر فضیلت کا عام اعلان کر دیا گیا اور قیامت تک کے لیے اس ملت کو اللہ کی بندگی کے لیے منتخب کر لیا گیا اور اس میں یہ پیغام بھی دے دیا گیا کہ ملت کا وجود خدا کی بندگی سے وابستہ ہے، یہی اس کی ترقی اور تحفظ دین کا راز ہے۔

اسی بدر کی قربانی کا فیضان ہے کہ آج ملت زندہ ہے اور قیامت تک زندہ رہے گی، یہی قربانی اس امت کی میراث ہے، امت کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اس کی حفاظت کرے اور اس کے تسلسل کو قائم رکھے تاکہ وہ خود بھی جاگتی رہے اور دوسروں کو بھی جگاتی رہے۔

یہ واقعات محض تاریخ کا ایک حصہ نہیں ہیں بلکہ ان کے اندر زندہ قوموں کیلئے بڑا پیغام ہے، اس میں یہ حقیقت بتادی گئی ہے کہ زندگی قربانی سے ہے، قربانی جس خلوص کے ساتھ، دل کی گہرائیوں کے ساتھ اپنے رب کی رضا جوئی کے لیے دیجائیگی اور جتنی بڑی قربانی دی جائے گی اسی کے اعتبار سے زندگی ملے گی عروج و ترقی کی منزلیں طے ہوں گی، اہل ایمان کے لیے اس میں بڑا سبق ہے۔

قصہ قابیل و ہابیل

یوں تو قربانی کی ابتداء سیدنا آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں سے ہوتی ہے قرآن کریم نے یہ واقعہ بھی ذکر کیا ہے کہ آدم علیہ السلام کے دو بیٹے تھے روایتوں سے معلوم ہوتا کہ ان میں ایک کا نام قابیل تھا جو بڑا بیٹا تھا اور دوسرے کا نام ہابیل تھا جو چھوٹا بیٹا تھا حضرت آدم علیہ السلام کے دور میں سگی بہن سے نکاح کرنا جائز تھا چونکہ دنیا میں اور کوئی تھا نہیں صرف یہی لوگ موجود تھے اس لئے نسل کو بڑھانے کیلئے بہن کے ساتھ شادی کو جائز قرار دیا گیا مگر ہوتا یہ تھا کہ قدرت الہی سے ایک ساتھ ایک لڑکا اور ایک لڑکی کی پیدائش ہوتی تھی تو پہلے لڑکے کی شادی بعد میں پیدا ہونے والی لڑکی کیساتھ اور بعد میں پیدا ہونے والے لڑکے کا نکاح پہلے پیدا ہونے والی لڑکی کے ساتھ جائز قرار دیا گیا اور ایک ساتھ جو لڑکا لڑکی پیدا ہوا کرتے تھے انکو آپس میں سگے بھائی بہن کا درجہ دیا گیا تھا چنانچہ قابیل و ہابیل کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا تھا لیکن قابیل جو بڑا بھائی تھا اس کی شادی ہابیل کے بہن سے ہوئی تھی قابیل کو پسند نہ آئی اور اپنے ساتھ پیدا ہونے والی لڑکی کیساتھ نکاح کرنا چاہتا تھا جو کہ ناجائز اور حرام تھا حضرت آدم علیہ السلام نے سمجھا یا مگر وہ نہ مانا تو حضرت آدم علیہ السلام نے ان دونوں کو اللہ کے دربار میں قربانی پیش کرنے کا حکم دیا قابیل کا شکار آدمی تھا اس نے غلوں کی قربانی پیش کی اور ہابیل

بھیڑ بکریاں پالنے والا تھا اس نے ایک دنبہ اللہ کی راہ میں قربانی کر دیا اور پہاڑ پر لیجا کر رکھ دیا اس وقت کے دستور کے حساب سے ہانپیل کی قربانی کو آسمانی آگ نے کھا لیا اور وہی قبول ہونے کی علامت تھی اور قابیل کی قربانی قبول نہیں ہوئی جس کی وجہ سے وہ حسد میں آگ بگولا ہو گیا اور ہانپیل کو قتل کر نیکا پختہ ارادہ کر لیا چنانچہ کسی وقت موقع پا کر اس کو قتل کر دیا قتل کرنے کے بعد بھائی کی لاش کو کندھے پر لئے پھر رہا تھا اللہ تعالیٰ نے ایک کوڑے کو اس کی تعلیم کیلئے بھیجا جو ایک مرے ہوئے کوڑے کو زمین کھود کر دفن کر رہا تھا اس وقت قابیل نے کہا کہ ہائے افسوس میں کوڑے سے بھی گیا گذر ہوں اور مجھے لاش کو دفن کرنے بھی نہیں آتا بھائی کو قتل کر دیا اس پر تو افسوس نہیں ہوا لاش کو دفن نہیں کر پایا تو افسوس کرتا ہے ہانپیل کی پہلی قربانی تھی اور زمین پر اللہ نے اس کو شرف قبولت سے نوازا اور قابیل پہلا قاتل ہے اور روئے زمین اور تاقیامت ناحق قتل ہونے کا گناہ قابیل ہی کے سر ہوگا، اللہ ہم کو صحیح معنوں میں قربانی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

☆☆☆

عورت کا سب سے قیمتی زیور نیک اولاد ہے

الْحَمْدُ لِلَّهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنُؤْمِنُ بِهِ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يَضِلَّهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَنَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَنَشْهَدُ أَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدَهُ وَرَسُولَهُ أَمَّا بَعْدُ فَاعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ، بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ. إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَقَالَ تَعَالَى الْمَالُ وَالْبَنُونَ زِينَةُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا. صَدَقَ اللَّهُ الْعَظِيمُ.

مشفق و مہربان معلمات، ماؤں اور بہنو! اولاد اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے جسکی گودیں اولاد سے خالی ہیں ان سے پوچھے اولاد کی قدر و قیمت، مگر اولاد اسی وقت والدین کی آنکھوں کا تارہ بن سکتی ہے جبکہ دینی رخ پر ڈھالا جائے اور ان کی صحیح معنوں میں اصلاح و تربیت بھی کی جائے۔ حضرت مولانا محمد حسنی رحمۃ اللہ علیہ ندوی لکھتے ہیں کہ اگر آپ کسی خاتون کو دیکھیں کہ وہ اپنے کپڑوں اور زیور کی صفائی کا خیال نہیں رکھتی، زیور کا شوق تو بہت ہے مگر نہایت گندہ رنگ اڑا ہوا ٹوٹا پھوٹا خانوں

اور درازوں میں میل جما ہوا، کپڑے نہایت گندے بے ڈھنگے سلے ہوئے لا ابالی پن سے پہنے مجلسوں اور محفلوں میں شریک ہوتی ہے تو آپ ایسی خاتون کے متعلق کوئی اچھی رائے قائم نہ کریں گی بلکہ اس کو پھوہڑا اور اجڈ کہیں گی اور کوئی خاتون چاہے وہ جتنی غریب ہی کیوں نہ ہو اس انداز سے رہنا پسند نہیں کرتی، ہر خاتون کا حال یہ ہے کہ وہ اپنے کپڑوں اور زیوروں کا بہت خیال رکھتی ہے اور اس لیے رکھتی ہے کہ دوسری عورتوں میں وہ ٹکو نہ بنائی جائے، سوسائٹ میں اس کو وقعت کی نگاہ سے دیکھا جائے، جہاں وہ جائے دوسری عورتیں اس کو جگہ دیں، اس کی طرف متوجہ ہوں، اس سے بات کریں، اس کو پھوہڑا اور اجڈ نہ کہیں اسی لیے ہر خاتون اپنے کپڑوں اور زیور کو سنبھال سنبھال کر رکھتی ہے، ان کی صفائی اور ستھرائی کا خیال کرتی ہے، کسی غلط جگہ ان کو نہیں رکھتی کہ ضائع نہ ہو جائیں کبھی دوسرے کو دیتے ہوئے ہچکچاتی ہے کہ غلط طریقہ سے استعمال سے ٹوٹ یا پھوٹ نہ جائیں، ان کی حفاظت پر اپنا عزیز وقت اور محنت صرف کرتی ہے، اور یہ معاملہ صرف کپڑوں اور زیور کیساتھ نہیں ہوتا بلکہ اپنی ہر عزیز اور قیمتی چیز کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کرتی ہے اب اگر کوئی دوسری خاتون اس سے کپڑے مانگے اور پہن کر پھاڑ دے، اس سے زیور عاریت لے اور توڑ ڈالے، اس سے روپیہ قرض لے اور ادا نہ کرے، اس کے کپڑوں یا زیوروں کو گندہ کر دے، تو اس خاتون کو کتنا غصہ آئے گا؟ وہ آپ سے باہر ہو جائیگی! برا بھلا کہے گی اور جی جان سے بیزار ہو جائیگی!

لیکن کتنے رنج و افسوس کی بات ہے کہ ہر خاتون اپنی ایسی چیزوں کی طرف زیادہ دھیان دیتی ہے جو میلی اور ٹوٹنے پھوٹنے والی ہیں، جن کے ضائع ہونے کے بعد ویسی ہی اور بعض اس سے بہتر چیزیں ملتی ہیں، کپڑے پھٹتے اور بنتے ہیں، زیور ٹوٹتا اور بنتا ہے، مال کھوتا اور ملتا ہے، لیکن ایک ایسا زیور بھی ہے جس کے ضائع

ہونے کے بعد دوسرا ملنا مشکل ہے، جس کے بگڑ جانے کے بعد اس کا سدھرنا آسان نہیں، ایک ایسا ہار بھی ہے جو کسی ایک محفل کے لیے زیب و زینت یا ذلت کا باعث نہیں ہوتا بلکہ وہ ساری زندگی زیب و زینت کا باعث ہوتا ہے یا ذلت و خواری کا، وہ زیور اولاد ہے، معصوم بچے اور بچیاں ہیں، کھلتی ہوئی کلیاں ہیں، جو سچے موتی اور سونے کے تار ہیں، جن کو صحیح طور پر ٹانکنے، ان کی حفاظت کرنے اور سنبھال سنبھال کر رکھنے ہی سے سگھڑ پن اور سلیقہ مندی کا پتہ چلتا ہے اور نگاہوں میں وقعت پیدا ہوتی ہے، ہر مجلس میں سر آنکھوں پر بٹھایا جاتا ہے، وہ حقیقی زیور صرف جسم پر پہنچ کر خوبصورت نہیں لگتا بلکہ وہ جہاں جاتا ہے اس پر جس کی نگاہ پڑتی ہے وہ اس کی تعریف کرتا ہے جس کے سلیقہ اور ہنر مندی سے یہ زیور صاف شفاف رہا۔

مگر اس حقیقی زیور کی طرف کسی خاتون کی نظر نہیں جاتی، اس کی تربیت و تعلیم اس کے اخلاق کی پائی اس کے کیریئر کی مضبوطی کی طرف کوئی توجہ نہیں ہوتی، اگر کوئی کپڑے اور زیور کی برائی کر دے تو آپ سے باہر ہو جاتی ہیں، دل میں نہ بھجنے والی آگ لگ جاتی ہے، لیکن اولاد کے اخلاق کی کوئی برائی کرے تو جوں تک نہیں رہتی، جس کا زیور ایک دن کے لیے کسی دوسری جگہ بھیجنا یا کسی غلط ہاتھ میں دینا گوارہ نہیں ہوتا لیکن یہ ساری زندگی کا سرمایہ اور سب سے قیمتی اور حسین زیور اولاد دن دن بھر آوارہ پھرے غلط صحبتوں میں وقت گزارے غلط ہاتھوں میں پر جائے تو کسی کو دکھ نہیں ہوتا، نہ فکر لاحق ہوتی ہے۔ جسم کے کپڑے میں اگر کوئی نقص کھر و چہ لگ جائے یا بخبیہ اڈھر جائے، زیور کا کوئی باریک حصہ ٹوٹ جائے، اس پر میل جم جائے، تو سارے کام چھوڑ کر اس کی درستگی کی فکر ہوتی ہے، لیکن اولاد میں بڑی سے بڑی خرابی آجائے، اس کے اخلاق بگڑ جائیں، اس کا دین خراب ہو، اس کی زبان گندی ہو جائے اور انصاف سے بتائیے کہ ماں باپ کو کوئی فکر ہوتی ہے؟ ان کے

سدھارنے کیلئے کتنا وقت لگاتے ہیں؟ ایک ایسے ہار کے لیے بڑے سے بڑا اہتمام ہوتا ہے جو صرف ایک مجلس یا محفل میں گلے کا ہار بن کر رہ جاتا ہے، مگر اولاد جو ساری زندگی کے لیے گلے کا ہار ہوتی ہے، اس کو خوبصورت بنانے کی کسی ماں یا بہن کو فکر ہوتی ہے کیا یہ فکر کے قابل نہیں؟ کیا اس کیلئے اپنا عزیز وقت لگانا ضروری نہیں؟ کیا اس کے لیے مال و دولت صرف کرنا قابل توجہ نہیں؟ اور کیا اس سے کوئی انکار کر سکتا ہے کہ زندگی کا یہ سرمایہ اور قیمتی زیور آج کس طرح در بدر کی ٹھوکریں کھا رہا ہے، سڑکوں پر آوارہ پھر رہا ہے غلط اور بیہودہ سوسائٹی کی نذر ہو رہا ہے، ذلیل اور قابل نفرت صحبتوں اور گندے ماحول میں وقت گزاری کر رہا ہے، جس کا نتیجہ سوائے تباہی اور بربادی کے اور کچھ نہیں۔

جس ملک میں رہتے اور بستے ہیں یہاں کے حالات تیزی کیساتھ ہمارے بچوں کے لئے خطرناک بنتے جا رہے ہیں اگر ہم خود ادھر توجہ نہ کریں گے اور اپنی ساری قوت اولاد کی تعلیم و تربیت پر نہ لگائیں گے تو ارتداد اور الحاد کا ہمہ گیر فتنہ ہماری نسلوں کو تباہ کر دے گا، جس کے آثار شروع ہو چکے ہیں، یہ وہ نازک وقت ہے جب کہ ہم غفلت و سستی کا لبادہ اتار کر اور اپنی ذاتی فکر کو چھوڑ کر نسلوں کی حفاظت کے لیے کام کریں، ہم کو کسی دوسری قوم سے شکوہ و شکایت کرنے کا حق نہیں، نہ کسی سے بھیک مانگنے کی ضرورت ہے، ایک زندہ قوم نازک سے نازک حالت میں بھی حوصلہ اور عزم کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتی۔

ماؤں پر اسلئے زیادہ ذمہ داری ہے کہ اب سے پہلے انہیں کی تربیت نے مسلمان بچوں کو قوم کا نگہبان بنایا اور انہیں کے تربیت یافتہ نونہالوں نے دنیا کو تہذیب و تمدن سکھایا درندوں سے انسان بنایا، کیا آج وہ اپنی ان خدمات کو دھرا نہیں سکتیں، یہ حقیقت ہے جو کسی چیز کے حصول کیلئے محنت کرتا ہے اور تکلیفیں اٹھاتا ہے وہی اس

چیز کی قدر و قیمت پہنچاتا ہے اور اس کو دل و جان سے عزیز رکھتا ہے، مائیں جس طرح اپنی اولاد کیلئے محنت کرتی ہیں اور اس کی پرورش کرتی ہیں اور اس کی پرورش میں خون پسینہ ایک کرتی ہیں، وہی اس کی صحیح قدر و قیمت کا اندازہ کر سکتی ہیں۔

نیک اولاد ذخیرہ آخرت ہے

آج اپنی اولاد کیلئے جتنی محنت کریں گے ان کی تعلیم و تربیت پر توجہ دیں گی تو یہی بچے کل قیامت کیلئے ذخیرہ ثابت ہونگے اور قبر میں چلے جانے کے بعد جس دن آپ کا نامہ اعمال بند کر کے رکھ دیا جائیگا اس وقت اولاد کی دعاؤں اور نیک اعمال کی وجہ سے تمہارے نامہ اعمال میں بھی نیکیاں لکھی جائیں گی نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔ اِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ أَوْ مِنْ ثَلَاثَةِ أَلْأَمِّنْ صَدَقَةٌ جَارِيَةٌ أَوْ عِلْمٌ يُنْتَفَعُ بِهِ أَوْ وَلَدٌ صَالِحٌ يَدْعُو لَهُ أَوْ كَمَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ جب انسان مر جاتا ہے تو اسکے اعمال اس سے منقطع ہو جاتے ہیں مگر تین چیزوں کی وجہ سے اسکے نامہ اعمال میں نیکیاں لکھی جاتی ہیں یا تو صدقہ جاریہ کی وجہ سے یا ایسے علم کی وجہ سے جس سے فائدہ اٹھایا جائے یا ایسی اولاد ہو جو اس کیلئے دعائیں کرے، کوشش تو یہ کریں کہ تینوں چیزیں حاصل ہو جائیں اگر اللہ تعالیٰ نے مال و دولت سے نوازا ہے تو ایسا کام کر جائیں جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں کوئی مسجد بنوادیں مدرسہ بنوادیں اگر اللہ نے علم کی دولت سے نوازا ہے تو دینی کتابیں اور رسالے لکھ کر نامہ اعمال میں اضافہ کریں اور تیسرے نمبر پر ولد صالح ہے جس کی ایک ایک نیکی میں آپ کا حصہ ہوگا لیکن یہ بھی یاد رکھیں اگر اولاد کو غلط راستہ پر لگا دیا تو اس کی ایک ایک بدی میں آپ کا حصہ ہوگا اسلئے مال و جائیداد زیور اور کپڑے تمام چیزوں سے زیادہ اولاد کی فکر کریں تاکہ مرنے کے بعد سرخروی حاصل ہو۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ☆

عورتوں کیلئے اسلامی تعلیم کی اہمیت

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ، بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ . مَنْ عَمَلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ . صَدَقَ اللَّهُ الْعَظِيمُ

محترمہ معلمہ، عزیزہ طالبات، ماؤں اور بہنو! ہم مسلمانوں کیلئے اسلامی تعلیم و تعلم کی ضرورت و اہمیت اسی طرح مسلم ہے جس طرح خورد و نوش کی، قرآن کریم فرماتا ہے۔ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہو سکتے ہیں یعنی یہ دونوں کبھی بھی برابر نہیں ہو سکتے ایک عابد جو رات میں عبادتیں کرتا ہے دن میں روزے رکھتا ہے اور ایک وہ شخص جو تعلیم و تعلم کے بعد ان میں سے صرف فرائض و اجبات ادا کرتا ہے اور لوگوں کو علم دین سکھاتا ہے ان دونوں میں تفاوت اور فرق مراتب کو بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔ تم میں سے عالم کی فضیلت عابد پر ایسے ہی ہے جیسے کہ میری فضیلت تم میں سے ادنیٰ آدمی پر ہے عالم و علماء کی فضیلت و برتری جس طرح مرد حضرات علوم دینیہ حاصل

کر کے قوم کے بچوں کو زیور علم سے آراستہ کرتے ہیں اسی طرح عورتوں کی بھی بہت بڑی ذمہ داری ہوتی ہے وہ علم دین حاصل کریں اور مہارت تامہ پیدا کریں اور قوم کی بچیوں کو اسلام کے صحیح رخ پر ڈھالیں اور مغربی تہذیب و تمدن سے آنے والی نسلوں کی حفاظت کریں تاکہ اللہ رب العزت کے دربار میں ہمارا مقام و مرتبہ بھی اونچا و ارفع رہے کیونکہ جو لوگ ٹھیک کام کریں گے اللہ تعالیٰ ان کو اجر عظیم سے نوازیں گے۔

جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے قرآن و سنت میں انسانوں اور جنوں کو صرف اور صرف اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا اور پھر انسانوں میں مردوں اور عورتوں کو تخلیق فرمایا اور تخلیق کا مقصد بھی واضح فرمایا، مردوں اور عورتوں میں سے جس نے بھی حالت ایمان میں اعمال صالحہ سرانجام دیئے تو ہم انہیں پاکیزہ زندگی عطا کر دیں گے، اور ان کے عمل سے بھی بہت بدلہ انہیں دیں گے۔ (سورۃ النحل آیت ۹۷)

اور پھر سورۃ آل عمران آیت ۱۹۵ میں بھی یہی بات کہی گئی اور پھر سورۃ بقرہ آیت ۳۳۸ میں بھی فرمایا گیا کہ عورتوں کے حقوق اپنے دائرہ کار میں رہتے ہوئے مردوں کے حقوق کے برابر ہیں۔

میری بات کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مرد ہو یا عورت ان کی حیات کا مقصد اپنی عبادت ہی بتایا ہے، ہر ہر شے اللہ سبحانہ تعالیٰ کی حمد و پاکی میں مشغول ہے، بالکل اسی طرح پیدا ہونے سے مرنے تک کا مختصر وقت ہمیں دیا گیا ہے تو محض اس لئے کہ دیکھا جاسکے کہ کون ”احسن عمل“ کر کے آتا ہے، اس بات کا ذکر سورۃ ملک میں موجود ہے۔

ہاں یہ بات ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عورت اور مرد کو مختلف بنایا ہے، یعنی دونوں کو مختلف دائرہ کار فراہم کئے ہیں۔ جیسے کائنات کی ہر شے ایک نظام اصول

اور دائرہ کار میں موجود ہے۔ بالکل اسی طرح عورت اور مرد کیلئے دائرہ کار بنا دیا گیا ہے کہ اپنی اپنی حدود میں اصول شرعیہ کے ساتھ زندگی کو بسر کریں۔ مرد گھر سے باہر اور عورت کیلئے گھر کے اندر رہنے کیلئے اصول و نظام بتایا، اور پھر اگر پوری کائنات پر غور کیا جائے، تو بعض کو بعض پر فضیلت دی گئی ہے۔ ہر شے اپنے دائرے اور حد میں ہیں۔ لیکن کچھ کام اور ذمہ داری اس کی استطاعت کے مطابق زیادہ ہے اور کچھ کم۔ کچھ کو امیر بنایا، کچھ کو غریب، کوئی بادشاہ ہے اور کوئی فقیر، لیکن اس تفریق کا ہرگز ہرگز مطلب یہ نہیں ہے کہ محض اس تفریق سے کوئی اعلیٰ یا افضل ہو گیا، یا کمتر ہو گیا بلکہ مقصد اس تفریق سے یہ ہے کہ یہ سب ایک دوسرے کو متوازن کرے، بہتر اور افضل تو صرف وہی ہے جو تقویٰ والا زیادہ ہے۔ (بلاشبہ) یعنی کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے دنیا کو ”دارالامتحان“ بنایا پھر واضح فرمادیا کہ دارالجزاء کے فیصلے کا معیار، ایمان اور اعمال صالحہ ہیں۔ پس عورت اور مرد کو مختلف دائرہ کار دیئے گئے اور پھر مرد کو امیر بنا کر فضیلت دی گئی یعنی کہ مرد کو استطاعت زیادہ دی گئی اور ذمہ داری بھی زیادہ دی گئی لیکن ساتھ ہی عورت کو اس کا مددگار بنایا گیا اور پھر دونوں کو ایک دوسرے کیلئے راحت کی شے بنا دیا گیا۔

حدیث پاک میں ہے۔ **طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ** کہ علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے، اتنا علم تو سبھی پر فرض ہوا کہ حلال و حرام، پاکی ناپاکی، جائز ناجائز کو جانا جاسکے، لیکن اس کے بعد جتنا بھی دینی علم ہے اس کیلئے یہ کہیں پر بھی نہیں کہا گیا کہ عورتیں حاصل نہ کریں جب کہ مردان کو ضرور حاصل کریں، اس کے بعد مقصودی علم تو ہر کوئی حاصل کر سکتا ہے، جسے شوق و لگن ہو، اگر عورتوں کیلئے مزید علم حاصل کرنا منع ہوتا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ”افقہ الناس“ اور ”حسن الناس“ نہ ہوتیں، عہد رسالت میں عورتوں کی دینی تعلیم کا باقاعدہ انتظام

تھا صحابیات رضی اللہ عنہن کے خصوصی اجتماع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جا کر تلقین و وعظ فرمایا کرتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح صحابیات رضی اللہ عنہن بھی محدثہ، فقیہہ، عالمہ، فاضلہ مفتیہ اور کاتبہ تھیں۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فقیہہ الامت ہیں۔ ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا فقیہہ و مفتیہ تھیں۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا لکھنا پڑھنا دونوں جانتی تھیں۔ حضرت خنساء رضی اللہ عنہا شاعرہ تھیں۔ اسی طرح پہلی اور دوسری صدی ہجری میں پورے عالم اسلام میں احادیث کی روایت و تدوین کا سلسلہ شروع ہوا جن خواتین کے پاس مجموعے تھے ان سے وہ حاصل کئے گئے، حدیث کی تحصیل کیلئے محدثین و رواۃ کی طرح محدثات و روایات نے بھی گھر بار چھوڑ کر درواز ملکوں کا سفر کیا اور ان محدثات و طالبات کیلئے محدثین و شیوخ کی درس گاہوں میں مخصوص جگہیں، رہا کرتی تھیں جس میں وہ مردوں سے الگ رہ کر سماع کرتی تھیں، اور اسی طرح ان محدثات میں سے بہت سی حافظات، قاریات، اور مفسرات تھیں وعظ و تذکیر میں نمایاں تھیں، رشد و ہدایت تزکیہ نفس، شعر و ادب، خطاطی و کتاب انشاء اذکار کی تعلیم و تربیت میں بھی بہت زیادہ نمایاں تھیں اور رہیں۔

لڑکیوں کی تعلیم کا نظم عورتوں کے ذریعہ ہی کیا جائے

الحمد للہ آج بھی بہت سے مدرسہ نسواں قائم ہیں جہاں بہتر نظام کے ساتھ اسلامی قوانین و ضوابط کا لحاظ کرتے ہوئے امت کی بیٹیوں کی تعلیم و تربیت کا نظم کیا گیا ہے ایسے مدرسوں میں داخلہ لیکر علوم عالیہ سے بہرہ ور ہو سکتے ہیں اور جب عورتیں دینی علوم حاصل کریں اور مہارت پیدا کریں تو معاشرے و خاندان میں اصلاح باسانی ہو سکتی ہے جیسے ہی لڑکی جوانی کی دہلیز پر قدم رکھے اس کو کسی مرد کے پاس تعلیم دلانے کے بجائے کسی عورت کے پاس تعلیم دلائیں عورتوں کے اندر علم

دین میں سستی اور کاہلی کی وجہ سے وہ دین مکمل طور پر بہت کم حاصل کر رہی ہے جس کی بنیاد پر جوان اور مشہنات لڑکیوں کو مردوں کے پاس بھیجنا پڑتا ہے جس کی وجہ سے کبھی کبھی ناگوار صورت حال پیدا ہو جاتی ہے اس کیلئے لڑکیوں کو پہل کر نیکی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین کی صحیح سمجھ عطا فرمائے۔ آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

☆☆☆

گانا اور میوزک نفاق پیدا کرتا ہے

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْأَنْبِيَاءِ
وَالْمُرْسَلِينَ، وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ، أَمَا بَعْدُ! فَأَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ
الرَّجِيمِ. بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ. وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ
لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُذُوءًا صَدَقَ اللَّهُ الْعَظِيمُ

قابل صدر معلمات، عزیزہ طالبات، ماؤں اور بہنو! میری تقریر کا موضوع ہے گانا اور میوزک نفاق پیدا کرتا ہے نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں آدمی کا باطن (پیٹ) پیپ سے بھر جائے جس سے اس کا معدہ خراب ہو جائے اس سے بہتر ہے کہ اس کا باطن شعروں سے بھر جائے۔ شعرا اچھے بھی ہوتے ہیں برے بھی ہوتے ہیں خود نبی کریم ﷺ نے فرمایا: إِنَّ مِنَ الشَّعْرِ لِحِكْمَةٌ بَعْضُ شِعْرِ حَكَمَتِ وَدَانَانِي سے پر ہوتے ہیں شاعر رسول حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کیلئے مسجد نبوی میں کرسی لگا کرتی تھی اور شعر سنایا کرتے تھے تو وہ اشعار جن میں اچھی باتیں ہوں وہ تو پسندیدہ ہیں لیکن ایسے اشعار جن میں عشق و محبت کی باتیں ہوں وہ شریعت کی رو سے صحیح نہیں اور گانا میوزک یہ تو سر اسرگناہ ہی ہے مسلم معاشرے گانے بجانے میں بڑی تیز

رفتاری کیساتھ ترقی کر رہا ہے آج کل نئے نئے آلات و اسباب نے گانا اور میوزک بلکہ اس سے بڑھکر فحش لٹریچر فحش تصاویر نے نوجوان نسلوں کو بے حیائی کے دلدل میں پھنسا کر رکھ دیا ہے کتنے مرد و خواتین تو اپنے کام کاج کو چھوڑ کر اس طرح کے لہو و لعب میں پھنس کر اپنا قیمتی اوقات ضائع کرتے ہیں۔

گانا عام ہوتا جا رہا ہے

بڑی تیزی کے ساتھ مسلم معاشرے میں برائیاں پیر پھیلاتی جا رہی ہیں ہر نئی صبح و شام کے ساتھ برائیوں اور خرابیوں میں اضافہ ہو رہا ہے بندۂ خدا برائی و خرابی میں الجھ کر خود کو گناہ گار، رب کی رحمتوں سے دور کر رہا ہے افسوس صد ہزار افسوس کہ لوگوں کو اس کا شعور و احساس بھی نہیں کہ وہ کیسے کیسے گناہ انجام دے رہے ہیں اور آخرت میں ان کا کیسا بھیانک انجام بھگتنا پڑ سکتا ہے سردست مسلم معاشرے میں پھیلے تمام برائیوں کا احاطہ کرنا مقصود نہیں بلکہ ان برائیوں میں سے صرف ایک گناہ گانے باجے کی دنیاوی و اخروی خرابیوں سے خبردار کرنا ہے تاکہ مسلمان خود کو اس گناہ سے بچا کر رب کی نازنگی عاقبت کی خرابی اور جنت کی محرومی سے بچا جاسکے۔

صورت حال یہ ہے کہ مسلمانوں کا کوئی بھی محلہ، کوئی بھی گھر، کوئی بھی فرد بوڑھا، جوان، بچہ، مرد، عورت کوئی بھی اس گناہ سے بچا نہیں ہے۔ موبائل میں گانا، آٹورکشہ پر گانا، ہوٹل میں گانا، مارکیٹ میں گانا، تہوار میں گانا بجانا، شادی بیاہ میں گانا بجانا گویا گانے باجے کے بے غیر زندگی کا کوئی تصور نہیں، نئی نسل اپنے بڑوں سے چار ہاتھ اور آگے نکل چکی ہے، موبائل اور ہیڈ فون کے ذریعہ اسکول، کالج، ٹیوشن آتے جاتے، ریل بس، ٹیکسی، بانیک پہ سفر کرتے ہوئے گانا ہی گانا۔ گویا گانا زندگی کا ایک حصہ بن چکا ہے، نہ کوئی اس کے دینی و مذہبی نقصان سے واقف ہے

اور نہ اس عظیم نقصان و خسران سے بچنے بچانے کو کوشش کر رہا ہے جبکہ بعض گانے ایسے بھی ہیں جو ناجائز پیار محبت، عریانیت و بے حیائی، فسق و فجور، سرکشی، وبغاوت اور خداوند قدوس کی ناشکری اور کفریات پر مشتمل ہیں۔ ایسے میں اس طرح کا گانا سن کر آدمی صرف گناہ گار ہی نہیں بلکہ کفر میں بھی مبتلا ہو رہا ہے، اس لیے ضروری ہے کہ ائمہ مساجد، علمائے کرام، خطبا حضرات و اعظین دین اور داعیان اسلام اس بدترین گناہ اور سنگین دینی جرم سے مسلمانوں کو بچانے کی تدبیریں کریں ورنہ آنے والا وقت اور برا ہوگا۔ مسلم معاشرے میں بے حیائی آوارگی، عریانیت و ننگاپن، دینی بے زاری اور مذہب سے دوری مزید بڑھے گی، قوم کی بھی ذمہ داری ہے کہ حقائق سے واقف ہونے کے بعد اس قسم کے گناہوں کے قریب نہ بھٹکیں۔

اب ذیل میں گانے باجے کی مذمت میں وارد ہوئی والی حدیثیں درج کی جا رہی ہیں تاکہ مسلمان انہیں پڑھکر اپنی، گھر والوں کی، دوست و احباب کی، رشتہ داروں اور دیگر لوگوں کی اصلاح کی کوششیں کریں، حدیثیں ملاحظہ ہوں۔

گانا باجنا نفاق پیدا کرتا ہے

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بیشک عناء (گان باجا) دل میں نفاق کو پروان چڑھاتا ہے۔

(ابوداؤد حدیث نمبر ۲۹۲۹)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا گانا باجا دل میں نفاق کو اسی طرح پروان چڑھاتا ہے جس طرح پانی کھیتی کو پروان چڑھاتا ہے۔ (بیہقی فی شعب الایمان جزو: ۱۰، ص: ۲۲۳) یعنی جو گانا باجا کا جس قدر شوقین ہوتا ہے نفاق اسی حد تک اس کے قلب و جگر میں اپنی جڑیں جما چکا ہوتا ہے۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا جو گانا باجانے گا اسے جنت میں روحانین سے سننے کی اجازت نہیں دی جائیگی صحابہ نے دریافت کیا، روحانین کون ہیں؟ فرمایا روحانین اہل جنت کے قراء ہیں۔

(کنز العمال: حدیث نمبر ۲۰۶۶۰)

اللہ کو دو آوازیں سخت ناپسند ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، دو آوازیں دنیا و آخرت میں اللہ کے حضور سخت ناپسندیدہ ہیں (۱) خوشی کے وقت گانے باجے کی آواز (۲) مصیبت کے وقت رونے دھونے کی آواز۔ (مجمع الزوائد و منبع الفوائد۔ حدیث نمبر ۲۰۱۳)

افسوس آج لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی ناپسند کو اپنی پسند بنالی ہے جب کہ ہونا تو ہی چاہیے تھا کہ خوشی کے وقت اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جاتا اور مصیبت کے وقت اللہ تعالیٰ سے صبر اور عافیت طلب کی جاتی لیکن وائے رے حرماں نصیب خوشی کے وقت خدا و رسول دین و مذہب، شریعت و سنت کو فراموش کر کے لوگ رقص و سرور، شراب و کباب گانے باجے کی محفلیں سجاتے ہیں، اور مصیبت کے وقت اللہ تعالیٰ کی ناشکری اور شکوہ و شکایت کرتے ہیں۔

حضور نے گانا گانے اور سننے سے بھی منع فرمایا حضرت عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے گانے باجے سے منع فرمایا اور ان کے سننے سے بھی منع فرمایا (طبرانی فی الکبیر)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم خاص کر آلات موسیقی اور گانے باجے سے بچو، اس لیے کہ یہ دونوں دل میں نفاق کو اسی طرح پروان چڑھاتے ہیں جس طرح پانی گھاس کو پروان چڑھاتا ہے۔ (ابن صریح فی المالیہ، کنز العمال حدیث نمبر ۲۵۶۱۷)

اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی امت کو گانا باجانے سے بچنے کا حکم فرمایا تھا لیکن امتی ہونے اور غلامی کا دم بھرنے والے حضرات آج بڑی تعداد میں اپنے رسول کا حکم طاق پر رکھ کر صبح سے شام تک گانا باجانے میں مصروف ہیں۔ کیا نبی کی محبت اور اطاعت کی یہی علامت ہے؟

ہوٹلوں دکانوں اور گھروں میں گانے بجانے کا رواج ہے لوگوں نے گانے بجانے کو ایسا جزو زندگی بنا لیا ہے کہ کھارے ہیں تو گانا سن رہے ہیں لیٹے بیٹھے ہیں تو گانا سن رہے ہیں عورتیں کھانا پکا رہی ہیں تو گانا سن رہی ہیں بسوں میں سفر کریں تو گانا غرضیکہ گانا بجانا ایک معمول کی چیز بن کر رہ گئی ہے کالجوں میں مستقل موسیقی روم ہیں جس کو وقت گانا سننا ہو وہاں چلا جاتا ہے مسجدوں کا انتظام نہیں مگر گانے بجانے کا انتظام ضروری ہے مسلم کالجس اور اسکولوں کا یہ حال ہے کہ عشقیہ گانوں اور رغرولوں اور ناول افسانوں نے قوم کی نسلوں کو تباہ کر دیا ہے اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ اور آنے والی نسلوں کو گانے بجانے اور دیگر خرافات سے محفوظ فرمائے۔ آمین!

وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

☆☆☆

خواتین معاشرہ کی روایات کی امین ہیں

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْأَنْبِيَاءِ
وَالْمُرْسَلِينَ، وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ، أَمَّا بَعْدُ! فَأَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ
الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ. بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ. وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ
تَبْرُجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى. صَدَقَ اللَّهُ الْعَظِيمُ. وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ النِّسَاءُ حَبَائِلُ الشَّيْطَانِ. أَوْ كَمَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ

صدر معلّمہ، مشفق و مہربان معلمات، عزیزہ طالبات!

یہ بات تو روز روشن کی طرح عیاں کہ بہتر اور عمدہ معاشرہ کی تشکیل عورت
ہی کے ذریعہ انجام پاسکتی ہے مرد اور عورت زندگی کی گاڑی کے دو پہیے ہیں جب
دونوں صحیح ہوں گے اور اپنی اپنی ذمہ داریاں نبھائیں گے اور قانون و ضابطہ سے
بڑھ کر عمدہ اخلاق کو پیش کریں گے۔ تبھی جا کر زندگی خوشگوار ہو سکتی ہے اور صالح
پاکیزہ معاشرہ وجود میں آسکتا ہے۔ ایک عورت اولاد کی پرورش میں جو اعلیٰ کردار
دا کر سکتی ہے اور مستقبل کی تعمیر و ترقی میں جو اہم رول نبھاسکتی ہے مرد وہ کام اتنے
حسن و خوبی کیساتھ انجام نہیں دے سکتا ہے اکا برو اسلاف کی سیرتیں مطالعہ کریں تو

معلوم ہوتا ہے کہ ان کی کردار سازی میں ان کو پروان چڑھانے میں ماں ہی کی
تعلیم و تربیت کا خاص رول رہا ہے۔

ماں کی ذمہ داریاں اور اس کے نتائج

بچے کی پرورش کرنے والی خاتون سے ہی بچہ کی شخصیت کی بہتر تعمیر و تشکیل کی
توقع کی جاسکتی ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ یہی بچے آئندہ معاشرہ کے رکن بنتے
ہیں۔ چنانچہ ابتداء ہی سے ان کی اصلاح و تربت ہونا چاہیے تاکہ بنیاد بہتر و مضبوط
پر جائے اور پھر اس پر خوشنما عمارت تعمیر کی جاسکے اور یہ کہنا بھی غلط نہ ہوگا کہ اصلاح
معاشرہ میں اہم و موثر کردار خواتین ہی ادا کر سکتی ہیں اور یہ بھی حقیقت ہے کہ دائرہ
اسلام میں رہتے ہوئے تعلیمات نبوی کی روشنی میں خواتین نے ہمیشہ اصلاح
معاشرہ میں اہم کردار ادا کیا ہے اور کر سکتی ہیں۔

عورت معاشرہ میں کئی اہم منصب رکھتی ہے اور ہر ایک منصب ایک خاندان
کی اصلاح اور خاندان کی اصلاح کے ذریعہ معاشرہ کی اصلاح کا ذریعہ بنتا ہے وہ ماں
ہو یا بیٹی، بہن ہو یا بیوی، معاشرہ کی موثر فعال رکن ہے اور ہونا چاہیے تاکہ وہ اسلامی
معاشرہ کے قیام و اصلاح میں اپنا کردار فریضہ سمجھ کر بحسن و خوبی ادا کر سکے۔

اسلامی معاشرہ نے عورت کو گھریلو زندگی کی مالکہ اور نگران کا درجہ دیا ہے
بچوں کی تربیت اور کردار سازی اس کا اہم و بنیادی فریضہ ہے عورت ہی مذہبی و ثقافتی
اقدار کی امین و محافظ تصور کی جاتی ہے۔ عورت اگر اچھے کردار کی مالکہ دین کی
اشاعت مجسمہ، مشفق و پر خلوص ہوگی تو قوم کو بنانے اور اصلاح کرنے میں مرد سے
بہتر کردار ادا کر سکتی ہے، مزید براں تعلیم یافتہ خاتون یہ فریضہ زیادہ بہتر طور پر انجام
دے سکتی ہے۔ اسی لیے خواتین کی تعلیم و تربیت اہمیت رکھتی ہے ایک مرد اگر تعلیم

حاصل کرتا ہے تو ایک فرد تعلیم یافتہ بن جاتا ہے لیکن ایک عورت تعلیم حاصل کرتی ہے تو ایک خاندان کی تعلیم و تربیت کا ذریعہ بن جاتی ہے چنانچہ قوم کی اخلاقی و روحانی اقدار کے تحفظ اور معاشرے کی اصلاح کے لیے خواتین خصوصاً تعلیم یافتہ خواتین آگے بڑھ کر اپنا کردار ادا کر سکتی ہے۔ اسلام کے ابتدائی دور میں خواتین نے یہ خدمت خوب انجام دی ہے یہاں تک کہ حق و باطل کے معرکوں میں، میدان کارزار میں خواتین نے فعال کردار ادا کیا ہے مجاہدوں کے لیے کھانا تیار کرنا، پانی پالنا، زخمیوں کی دیکھ بھال اور مرہم پٹی کرنا، ہتھیاروں کی مرمت کرنا اکثر خواتین کی ذمہ داریاں تھیں یہ باہمت اور باحوصلہ خواتین علم و عمل کے ذریعہ معاشرہ کی اصلاح اور ترقی کے لیے خدمات انجام دیتی تھیں۔

آج بھی معاشرہ کی اصلاح کے لیے خواتین کے آگے بڑھنے کی ضرورت ہے۔ ایک اچھی اور تعلیم یافتہ ماں ہی بچہ کی صحیح جسمانی، ذہنی، نفسیاتی، جذباتی، معاشرتی اور اخلاقی تربیت کر سکتی ہے اور یہی معاشرہ کی اصلاح کی بنیاد ڈال سکتی ہے، دین اسلام بھی خواتین کی تعلیم و تربیت کا زبردست حامی ہے حصول علم عورت و مرد دونوں پر فرض کیا گیا ہے اس سلسلہ میں حضور ﷺ کا فرمان ہے (۱) علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔ (ابن ماجہ) (۲) ہر مسلمان مرد ہو یا عورت، آزاد ہو یا غلام، اس پر اللہ کی طرف سے یہ فریضہ عائد ہوتا ہے کہ ضرور کچھ نہ کچھ قرآن جانے اور کچھ دینی مسائل سمجھے۔ (تفسیر قرطبی: جلد ۳، ص ۱۲۱)

اسلامی معاشرہ میں خواتین کو معاشرہ کی روایات کا امین سمجھا گیا لیکن صد افسوس آج ہماری خواتین معاشرتی خرابیوں کی اصلاح کی بجائے ان خرابیوں میں اضافہ کر رہی ہیں وہ بچوں کی تعلیم و تربیت سے غفلت برت رہی ہیں۔ بچوں کو مناسب پیار و محبت نہ دینا، ملازمین کے رحم و کرم پر چھوڑ کر احساس محرومی کا شکار

کردینا، ناجائز ذریعے سے حاصل بے اندازہ دولت میں کھیلنے کے مواقع فراہم کرنا، تربیت سے منہ موڑنا، معاشرتی شعور بیدار کرنے کی کوشش نہ کرنا مجرمانہ غفلت ہے۔ خواتین اس قسم کی غفلت کبھی تو اپنی مجبور یوں اور ضروری مصروفیات کی بنا پر برتی ہیں، وجوہ خواہ کچھ بھی ہوں تربیت کی ذمہ دار خواتین ہیں اسی ذمہ داری کی مناسب ادائیگی ہی معاشرہ سے جرائم و بے راہ روی کی بیخ کنی کی جاسکتی ہے بچہ جب پہلی مرتبہ کوئی غلط کام کرتا ہے اور ماں اس کے جرم پر وہ ڈالتی ہے تو یہی چھوٹا سا جرم بڑے جرائم کا پیش خیمہ بن جاتا ہے اور یہی بچے آئندہ معاشرہ میں خرابیاں اور جرائم کا سبب بنتے ہیں اور رفتہ رفتہ یہ جرائم معاشرہ کو گھن کی طرح کھا جاتے ہیں۔

بوقت ضرورت بچوں کی پٹائی بھی کریں

بچوں سے لاڈ پیار خوب کریں مگر غلطی پر سزا بھی دیں نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔ وَلَا تَرْفَعْ عَنْهُمْ عَصًا أَدَبًا اور ان سے لکڑی نہ اٹھاؤ ادب سکھانے کیلئے مطلب یہ ہے کہ ادب اور تعلیم کیلئے کبھی بھی بچوں کے ساتھ نرمی کا معاملہ نہ کریں اگر ابتدا ہی میں غلطیوں پر ٹوکانہ گیا اور مناسب سزا نہ دی گئی تو آئندہ چل کر یہی بچے بڑے بڑے جرائم کے مرتکب ہوں گے اور اس وقت سوائے کف افسوس ملنے کے اور کچھ نہ ہاتھ آئے گا بچوں کے دل بالکل سادہ ہوتے ہیں بچپن میں جو چیزیں ان کے دلوں پر نقش کر دی جائیں گی وہ پتھر کی لکیر ثابت ہوں گی، نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ کسی باادب نے اپنی اولاد کو اچھے ادب سے بہتر کوئی چیز تحفہ میں پیش نہیں کی اگر ہم نے بچوں کی صحیح تعلیم و تربیت کی تو یہی بچے ہماری نیک نامی کا ذریعہ بنیں گے اور مرنے کے بعد ذخیرہ آخرت ثابت ہوں گے اللہ ہم سب کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! وَأَخِرُ دَعْوَانَا أَنْ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

جس کو ملا ادب سے ملا

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْأَنْبِيَاءِ
وَالْمُرْسَلِينَ، وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ، أَمَا بَعْدُ! فَأَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ
الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ، بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ. يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا
أصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ
أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ. صَدَقَ اللَّهُ الْعَظِيمُ.

محترمہ صدر معلّمہ، عزیزہ طالبات، ماؤں اور بہنو! جو آیت کریمہ میں نے آپ کے سامنے پڑھی ہے وہ سورہ حجرات کی دوسری آیت ہے جس کا ترجمہ یہ ہے: ”اے ایمان والو! تم اپنی آواز کو نبی کی آواز سے بلند مت کرو اور نہ ان سے ایسے کھل کر بولا کرو جیسے آپس میں کھل کر بولا کرتے ہو، کبھی تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔“ یہ مجلس نبی کا ادب ہے۔ قاضی ابوبکر بن عربی نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ اور ادب آپ کی وفات کے بعد بھی واجب ہے جیسی حیات میں تھا اسی لئے بعض علماء نے فرمایا کہ آپ کی قبر شریف کے سامنے بھی زیادہ بلند آواز سے سلام و کلام کرنا ادب کیخلاف ہے اسی طرح جس مجلس میں آپ ﷺ کی حدیث پڑھی

یا بیان کی جا رہی ہو اس میں بھی شور و شغب کرنا بے ادبی ہے کیونکہ آپ کی زبان مبارک سے ادا ہو رہا ہے اس وقت سب کیلئے خاموش ہو کر سننا واجب ضروری تھا اسی طرح وفات کے بعد بھی جس مجلس میں حدیث رسول بیان کی جا رہی ہو وہاں بھی شور و شغب کرنا بے ادبی ہے، اسی طرح علماء کرام کا ادب و احترام بھی بحیثیت وارث انبیاء ضروری ہے ایک دن حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہما کو رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما کے آگے چل رہے ہیں تو آپ ﷺ نے تنبیہ فرمائی کہ تم ایسے شخص سے آگے چل رہے ہو جو دنیا و آخرت میں تم سے بہتر ہے اور فرمایا کہ دنیا میں آفتاب کا طلوع و غروب کسی ایسے شخص پر نہیں ہوا جو انبیاء کے بعد ابو بکر سے بہتر و افضل ہو۔

با ادب ملازم

کسی حکیم کے پاس ایک ملازم تھا، ایک روز حکیم صاحب نے اسے دو کوٹھے کے لئے دیا، وہ حکم بجالایا اور ایک جگہ بیٹھ کر اپنے کام میں مشغول ہو گیا، حکیم صاحب کا ادھر سے ہی آنا جانا تھا جب بھی اس کے پاس سے گذرتے تو یہ ملازم راہ تعظیم اٹھ کھڑا ہوتا اور آداب و تسلیم بجالاتا، حکیم جی بولے ارے بھائی! میرا ادھر ہی سے آنا جانا ہے اگر مجھے سو بار آنا جانا پڑے تو کیا تو سو بار کھڑا ہوگا؟ وہ بولا جی حضور! کیونکہ اگر میں ایسا نہ کروں گا تو اپنی عادت بھول جاؤں گا اور پھر جب کبھی آپ کے پاس کوئی اور صاحب تشریف لائیں گے اور میں کسی کام کی وجہ سے آداب و تسلیمات نہ بجالائے گا تو آپ کو برا لگے گا اور مجھ پر خفا ہو کر نوکری سے رخصت کر دیں گے اور پھر کوئی دوسرے صاحب میری بدتہذیبی کی وجہ سے نوکر نہ رکھیں گے۔

بڑوں کی تو تعظیم کر ہر گھڑی

کرے گا وہی تو، جو عادت پڑی

فقیر علی مخدوم قدس سرہ

حضرت فقیر علی مخدوم قدس سرہ بڑے صاحب باکمال ولی اور عالم و فاضل بزرگ گذرے ہیں ان کا واقعہ لکھا ہے کہ کسی رات ان کی والدہ ماجدہ نے ان سے پینے کیلئے پانی مانگا جھٹ سے اٹھے اور پیالہ دھو کر پانی لے آئے مگر اتنی دیر میں والدہ صاحبہ کی آنکھ لگ گئی اور سو گئیں، سعادت مند فرزند نے جگانا مناسب نہ سمجھا اور پانی رکھ کر چلا جانا بھی خلاف تعظیم و تکریم خیال کیا ان کے پاس پانی کا پیالہ لئے کھڑے رہے صبح کے قریب جب ماں بیدار ہوئیں تو بیقرار ہو کر پوچھا بیٹے تم کب سے اسی طرح کھڑے ہو؟ عرض کیا اماں جان! آپ نے پانی مانگا اور میں جا کر لایا تو آپ سو چکی تھیں میرا جی نہ چاہا کہ آپ کو جگاؤں یا یہاں سے جاؤں اسی انتظار میں کھڑا رہا کہ ابھی آپ جاگیں گی اور پانی مانگیں گی تو میں پیش کر نیکی سعادت حاصل کروں گا اپنے ہونہار و اطاعت شعار فرزند ارجمند کا یہ حسن ادب دیکھ کے اور اس کی تعظیم و تکریم بھری دل نواز ادما لحظہ کر کے جوش محبت و شفقت اور غایت فرح و انبساط میں ہاتھ اٹھا کر یوں دعا گو ہوئیں: اے پروردگار بندہ نواز میرے اس بیٹے کو دونوں جہاں میں سرفراز کر اور اپنی کامل محبت عطا کر اور ولایت کی دولت سے مالا مال کر، ادھر رحمت باری کو بھی جوش آیا فوراً دعا قبول ہوگئی، دیکھئے! حسن ادب کی برکت سے ماں نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھایا اور کامل توجہ انابت اور دل لگا کر دعا کی اللہ نے تاج ولایت ان کے سر پر رکھ دیا۔ آپ بڑے صاحب کرامت بزرگ ہیں آپ کی رحلت ۸۳۵ھ میں ہوئی تاریخ وفات جنات الفردوس سے نکلتی ہے۔

ادب ہے تاج، لطفِ رب کا اے یار!

اسے سر پر رکھے، سو ہووے سردار

(تعلیم نامہ ص ۲۸)

بے ادب محروم گشت از

ادب ایک عظیم نعمت ہے اساتذہ و مشائخ کا ادب و احترام والدین کا ادب بزرگان دین کا ادب جو لوگوں کا ادب احترام کرتا ہے بعد اسی کا ہی ادب کیا جاتا ہے اور بے ادب شخص کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا ہے، ”بے ادب محروم گشت از فضل رب“ جس کے اندر ادب و احترام نہ ہو وہ فضل خداوندی سے محروم رہتا ہے، علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے کہ کتابوں کو بلا وضو ہاتھ نہیں لگاتے اور حاشیہ بین السطور دیکھنے کیلئے کتاب ٹیڑھی نہیں کرتے بلکہ خود ہی ادھر ادھر ہو جاتے تھے یہ تھا ہمارے اکابر کا ادب و احترام کتابوں کا اللہ تعالیٰ نے چلتا پھرتا کتب خانہ حضرت کو بنا دیا تھا حافظہ ایسا غضب کا تھا کہ ایک مرتبہ جو چیز مطالعہ کر لیا پھر وہ سا لہا سال بھولتی نہ تھی اور ہمارا یہ حال ہے کہ بڑی سے بڑی کتاب احادیث و تفاسیر کو بلا وضو کے ہاتھ لگا دیتے ہیں میرے کہنے کا یہ مطلب نہیں کہ بغیر وضو تفاسیر کی کتابیں چھونا جائز نہیں بلکہ ادب کے خلاف ہے اور علم دین با ادب لوگوں کو ہی عطا کیا جاتا ہے بہت اعلیٰ ذہن رکھنے والے طلباء و طالبات اپنے اساتذہ و معلمات کی بے ادبی کی وجہ سے علم سے محروم ہو جاتے ہیں ان کو اپنے ذہن پر غرور و تکبر ہوتا ہے اور اگر علم حاصل بھی کر لیتے ہیں تو مخلوق کو فائدہ نہیں پہنچا سکتی ہیں اور وہ طالبات جن کے اندر تواضع و انکساری ہوتی ہے اور اپنی معلمات کی اطاعت و فرمانبرداری ہوتی ہیں وہی کامیاب ہوتی ہیں اور انہیں کے علوم سے قوم کا فائدہ ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔ مَنْ لَّمْ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا وَلَمْ يُؤَقِّرْ كَبِيرَنَا فَلَيْسَ مِنَّا جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور بڑوں کی عزت نہ کرے وہ ہم سے نہیں۔

وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ☆

عورت اسلام میں رحمت کی مظہر ہے

الْحَمْدُ لِلَّهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنُؤْمِنُ بِهِ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضِلَّهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَنَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَنَشْهَدُ أَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ أَمَا بَعْدُ فَأَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ. بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ. وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ. صَدَقَ اللَّهُ الْعَظِيمُ. وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِيهِ وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي. أَوْ كَمَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ.

محترمہ صدر معلمہ مشفق و مہربان معلمات عزیزہ طالبات ماؤں اور بہنو! اسلام میں عورتوں کا بھی مردوں کی طرح مقام و مرتبہ بڑا اونچا اور بلند ہے عورتوں کو بھی مردوں کی طرح حقوق دیئے گئے ہیں رب کریم کا ارشاد ہے۔ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ اور عورتوں کیلئے بھی مردوں پر اسی طرح حقوق ہیں جس طرح مردوں کے عورتوں پر حقوق ہیں، اسلئے عورتوں کو احساس کمتری میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ تاریخ کے اندر ایسی بہت سی خواتین ملتی ہیں جنہوں نے

زندگی کے مختلف شعبوں میں کارہائے نمایاں انجام دیکر بہت سے مردوں سے بھی سبقت لے گئیں دور صحابیات اور بعد کے ادوار میں بھی بہت سی بنات جو ایسی ہیں جن کے تذکروں سے کتابیں بھری پڑی ہیں۔ میں تو یہ کہتی ہوں کہ ماؤں کی محنت سے ہی اولیاء اللہ اور اقربا و ابدال بنتے ہیں اکابر و اسلاف کی سیرتوں کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ انکی کردار سازی میں انکی ماؤں کا خاص دخل ہے۔

انسان پر سب سے بڑا حق اس کی ماں کا ہے

اسلامی معاشرہ میں خواتین اصلاح معاشرہ کی ذمہ داری تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں ادا کرتی رہی ہیں اور کر سکتی ہیں، کیونکہ دین اسلام نے عورت کو وہ مقام عطا کیا ہے جو اسے نہ کسی قوم نے دیا نہ مذہب نے، ملک نے معاشرہ نے جدید دور میں یورپ ہو یا امریکہ یا کمیونسٹ اور سوشلسٹ ممالک سب نے عورت کو صرف بچے پیدا کرنے کی مشین سمجھا اور یا حکومت و ریاست کیلئے فوجیں مہیا کرنے کی ترغیب دی یا جنسی آزادی دے کر مردوں کے معاشرے نے خواتین کو آزادی کا فریب دیا اور اپنی تسکین کی راہ نکالی یہاں تفصیل میں جانے کی گنجائش نہیں۔ عورت اسلام میں رحمت کی مظہر ٹھہرائی گئی ہے اسکے قدموں تلے جنت بتائی گئی۔ نکاح کے وقت عورت کی مرضی ملحوظ رکھنا، بیوہ ہونے کی صورت میں اس سے مشورہ کے بعد دوسرا نکاح کرنے کی اجازت، وراثت میں حقدار بنانا، شوہر کیساتھ گزارہ نہ ہونے کی صورت میں علیحدگی کی اجازت وغیرہ ایسے انعامات ہیں جو عورت کو کسی اور معاشرے نے نہیں دیئے عورت کو دین اسلام نے بلند اور قابل عزت مرتبہ عطا کیا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا عورت پر سب سے بڑا حق اسکے شوہر کا ہے۔ مرد پر سب سے بڑا حق اس کی ماں کا ہے۔ (بخاری)

خواتین کو اسلام نے جو عظیم رتبہ عطا کیا خواتین نے بھی عموماً اسے نبھانے کی کوشش کی اور دین اسلام کی توقعات پر پورا اترنے کی جدوجہد کی۔ اصلاح معاشرہ میں ہمیشہ ہم کردار خواتین نے ادا کیا اور یہ حکم خداوندی اور تعلیمات نبوی ﷺ کے عین مطابق ہے کیونکہ قرآن پاک اور احادیث نبوی ﷺ میں معاشرہ کو برائیوں سے پاک کرنے کی بار بار ہدایت فرمائی گئی ہے۔

● اگر کوئی شخص کسی ممنوع کام کو عمل میں آتا دیکھے تو اسے چاہیے کہ اسے ہاتھ سے بدل دے یعنی روک دے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو زبان سے اس کی برائی ظاہر کر کے اسے بند کر دے اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو اسے دل سے برا سمجھے مگر یہ آخری صورت بہت ضعیف ایمان کی نشانی ہے۔

● لوگ جب ظالم کو دیکھیں اور اسے ظلم کرنے سے باز نہ رکھ سکیں تو جلدی خدا ان سب پر عذاب نازل کریگا۔ اگر کسی قوم میں کثرت سے گناہ ہوتے ہوں اور بعض لوگ یہ قدرت رکھتے ہوں کہ انہیں گناہ سے باز رکھ سکیں مگر ایسا نہ کریں تو جلد خدا ان سب کو مبتلائے عذاب کرے گا۔

ہم دوسروں کی اصلاح کی بھی فکر کریں

نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ جبرئیل امین علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ایک بستی کے پلٹنے کا حکم دیا جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا الہ العالمین اس بستی میں فلاں بندہ بڑا نیک اور پرہیزگار ہے کیا اس کو بھی عذاب میں مبتلا کر دوں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہاں اس کے اوپر بھی بستی کو پلٹ دو، اس لئے کہ خود تو نیک کام کرتا تھا مگر دوسروں کو ضلالت و گمراہی سے روکنے کیلئے نہ تو کوشش کرتا تھا اور نہ ہی اس کے دل میں کوئی درد تھا۔ چنانچہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اس پر بھی بستی کو پلٹ دیا اس لئے ہمیں کبھی

بھی اپنی نیکیوں پر اطمینان کر کے نہیں بیٹھنا چاہیے بلکہ ہر وقت دوسروں کی بھی فکر رکھیں ہمارے محلہ اروس پڑوس میں جو مائیں نماز نہیں پڑھتیں، قرآن کی تلاوت نہیں کرتیں، والدین کی اطاعت و فرمانبرداری نہیں کرتیں، پڑوسیوں کے حقوق ادا نہیں کرتیں، انکا خیال رکھیں، اور ان تک دین کی بات پہنچائیں۔ اگر ہم اس سلسلہ میں کوتاہی کریں گی تو آخرت میں باز پرس ہوگی، ایک عورت اگر محنت و کوشش کرے تو پورے علاقہ اور خاندان کی اصلاح کر سکتی ہے۔ شرط یہی کہ اس کے دل میں تڑپ ہو معاشرے کی درستگی کی فکر ہو، کم از کم اتنا تو ضرور کریں کہ گھر کے بچوں کی اصلاح و تربیت کا بیڑہ اٹھائیں اولاد کی پہلی تعلیم گاہ ماں کی گود ہوتی ہے وہاں جیسی تعلیم پائیگا مرتے دم تک اس تعلیم کا اثر اسکے دل و دماغ پر حاوی رہیگا اللہ تعالیٰ مسلم عورتوں کو صحیح سمجھ عطا فرمائے۔ آمین!

وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

☆☆☆

نماز سے جسمانی صحت کا تعلق

الْحَمْدُ لِلَّهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنُؤْمِنُ بِهِ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضِلَّهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَنَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَنَشْهَدُ أَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولَهُ أَمَا بَعْدُ فَأَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ. بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ. وَمِنْ آثَارِ الْيَلِّ فَسَبَّحْ وَأَطْرَافِ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضَى. صَدَقَ اللَّهُ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ

مشفق و مہربان معلمات، عزیزہ طالبات، ماؤں اور بہنو! اسلامی احکام انسانی فطرت کے مطابق ہیں انکی بجا آوری سے آخرت میں جو کچھ اللہ کے وعدے ہیں وہ تو پورے ہوتے ہیں مگر دنیا کے اندر بھی اس کے بیشمار فوائد ہیں مثلاً روزہ ہی کو لے لیجئے کہ اس میں خرچ کچھ نہیں سراسر فائدہ ہی ہے انسان کا معدہ جو سال بھر تک تین وقت مخت کرتا ہے اس کو ایک مہینہ تک دن کے اوقات میں خالی رکھیں تو طبی اعتبار سے بہت سی بیماریوں سے نجات مل سکتی ہے۔ اسی طرح نماز ہے جو چوبیس گھنٹے میں پانچ دفعہ فرض قرار دی گئی ہے اور ہر مسلمان عاقل بالغ مرد و عورت پر اسکی

ادا نیگی کو شریعت نے لازم کر دیا ہے۔ ایک وقت کی نماز پڑھنے سے جہاں ہزاروں اور لاکھوں نیکیاں ملتی ہیں وہیں انسانی جسم کو ظاہری و باطنی قوت بھی ملتی ہے۔ لوگ طرح طرح کی ورزش صحت جسم کیلئے کرتے ہیں جبکہ نماز پڑھنے کی وجہ سے وہ تمام فوائد حاصل کئے جاسکتے ہیں جو محنت و مشقت کی ورزش سے حاصل ہوتے ہیں۔

نماز کے جسمانی فوائد بھی ہیں

ورزشیں نہ صرف اندرونی اعضاء مثلاً دل، گردے، جگر، پھیپھڑے، دماغ، آنتوں، معدہ، ریڑھ کی ہڈی، گردن، سینہ، اور تمام اقسام کے غدود (GLANDS) کی نشوونما کرتی ہیں بلکہ جسم کو بھی سڈول اور خوب صورت بناتی ہیں یہاں تک کہ کچھ ورزشیں ایسی بھی ہیں۔ جس سے عمر میں اضافہ ہو جاتا ہے ایسی ورزشیں بھی ہیں جن کے ذریعے آدمی غیر معمولی طاقت کا مالک بن جاتا ہے اور ایسی بھی ہیں جن سے چہرے کے نقش و نگار خوب صورت اور حسین نظر آنے لگتے ہیں، بڑی عمر کا آدمی ہر ورزش نہیں کر سکتا، لیکن نماز ایک ایسا عمل ہے جس پر ہر بندہ آسانی کیساتھ عمل پیرا ہو سکتا ہے۔ عمر کیساتھ ساتھ آدمی کی وریدیں (VEINUS) شریانیں (ARTERIES) اور عضلات کی طاقت کم ہو جاتی ہے، اور ان کے اندر ایسے مادے پیدا ہو جاتے ہیں جن کی وجہ سے بے شمار امراض لاحق ہونے لگتے ہیں مثلاً گھٹیا، عرق النساء، امراض قلب، ہائی بلڈ پریشر اور بے شمار دوسرے دماغی امراض۔ ان بیشمار بیماریوں سے نجات پانے کیلئے نماز ہمارے لیے قدرت کا ایک بہترین علاج ہے۔ ورزش کا یہ اصل اصول ہے کہ اگر آپ کسی ورید، شریان یا کسی اور مخصوص عضو کی سختی دور کرنا چاہتے ہیں تو سب سے پہلے جسم کو بالکل ڈھیلا چھوڑ دیجئے۔ پھر اس حصہ جسم میں تناؤ پیدا کیجئے اور کچھ دیر تناؤ کی حالت برقرار رکھنے کے بعد جسم کو پھر

ڈھیلا چھوڑ دیجئے۔ ماہرین ورزش کے اصول و ضوابط اور ورزش کے لیے نشستیں بھی متعین کی ہیں۔ ہم یہ بات جان چکے ہیں کہ ہمارے پیارے نبی ﷺ نے نماز ادا کرنے کے طریقے میں وہ سب سمودیا ہے جس کی نوع انسانی کو ضرورت ہے خواہ وہ ذہنی یکسوئی ہو، آلام، ومصائب سے نجات پانا ہو، غیب کی دنیا میں سفر ہو، اللہ تعالیٰ کا عرفان حاصل کرنا ہو یا جسمانی صحت ہو، نماز مجموعہ اوصاف، کمال ہے، آئیے تلاش کریں کہ نماز اور ہماری صحت کا آپس میں کیا تعلق ہے؟

صحت اللہ کی بڑی نعمت ہے

چونکہ صحت کا ہونا انسان کیلئے ہر مخلوق کیلئے انتہائی ناگزیر ہے ایک صحت مند جسم میں ہی صحت مند دماغ ہوتا ہے، جب ذہن و دماغ صحیح ہوگا اسی وقت انسان ہر کام کو ٹھیک طور پر انجام دے سکتا ہے اخباروں میں برابر اس طرح کی باتیں آتی رہتی ہیں کہ فلاں قسم کا ورزش کرو اس سے یہ فائدہ ہوگا حالانکہ اگر ہم پورے طور پر اسلام میں داخل ہو جائیں یعنی اسلام کا ایک ایک حکم اپنی زندگی کے شب و روز میں داخل کر لیں اور جس طرح شریعت نے ہم کو کرنے کا حکم دیا ہے ہم اسی طرح اس کو انجام دیں تو ہم کو الگ سے ورزش کرنیکی ضرورت ہی نہیں پڑے گی۔ آج سائنسداں اسلام کے ایک ایک حکم پر ریسرچ اور تحقیق کر رہے ہیں پھر اس کے سیکڑوں فوائد سامنے آتے ہیں اس کے حقانیت کی اس سے بڑی دلیل اور کیا ہو سکتی ہے۔ میں نماز کے متعلق عرض کر رہی تھی کہ نماز اور ہماری صحت کا آپس میں کیا تعلق ہے۔

نماز قائم کرنے کے لیے ہم سب سے پہلے وضو کا اہتمام کرتے ہیں۔ وضو کے دوران جب اہم اپنا چہرہ اور کہنیوں تک ہاتھ دھوتے ہیں، گردن اور سر کا مسح کرتے ہیں تو ہمارے اندر دوڑنے والے خون کو ایک نئی زندگی ملتی ہے۔ جس سے

ہمیں سکون ملتا ہے۔ اور تسکین سے ہمارے سارا اعصابی نظام متاثر ہوتا ہے پرسکون اعصاب سے دماغ کو آرام ملتا ہے اعضائے ریئسہ، سر، پھیپھڑے، دل اور جگر وغیرہ کی کارکردگی بحال ہوتی ہے۔ ہائی بلڈ پریشر کم ہو کر نارمل ہو جاتا ہے۔ چہرے رونق اور ہاتھوں میں رعنائی اور خوبصورتی آ جاتی ہے۔ وضو کرنے سے اعصاب کا ڈھیلا پن ختم ہو جاتا ہے۔ آنکھیں پر کشش ہو جاتی ہیں۔ سستی اور کالی دور ہو جاتی ہے آپ کبھی بھی تجربہ کر سکتے ہیں۔ ہائی بلڈ پریشر کے مریض کو وضو کرائیں، بلڈ پریشر کم ہو جائے گا۔ جب ہم وضو کرنے کے بعد نماز کیلئے کھڑے ہوتے ہیں تو پہلے ہمارا جسم ڈھیلا ہوتا ہے لیکن جب نماز کی نیت کے لیے ہاتھ اٹھاتے ہیں تو قدرتی طور پر جسم میں تناؤ پیدا ہو جاتا ہے۔ اس حالت میں آدمی کے اوپر سے سفلی جذبات کا زور ٹوٹ جاتا ہے۔ سیدھے کھڑے ہونے میں ام الدماغ سے روشنیاں چل کر ریڑھ کی ہڈی سے ہوتی ہوئی پورے اعصاب میں پھیل جاتی ہیں یہ بات سب جانتے ہیں کہ جسمانی صحت کے لیے ریڑھ کی ہڈی کو ایک ممتاز مقام حاصل ہے اور عمدہ صحت کا دار و مدار ریڑھ کی ہڈی کی لچک پر ہے۔ نماز میں قیام کرنا گھٹنوں، ٹخنوں، اور پیروں سے اوپر پنڈلیوں، پنجوں اور ہاتھ کے جوڑوں کو قوی کرتا ہے، گھٹیا کے درد کو ختم کرتا ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ جسم سیدھا رہے اور ٹانگوں میں خم واقع نہ ہو۔ جھک کر رکوع میں دونوں ہاتھ اس طرح گھٹنوں پر رکھیں جائیں کہ کمر بالکل سیدھی رہے اور گھٹنے جھکے ہوئی نہ ہوں۔ اس عمل سے معدے کو قوت پہنچتی ہے، نظام ہضم درست ہوتا ہے، قبض دور ہوتا ہے، معدے کی دوسری خرابیاں نیز آنتوں اور پیٹ کے عضلات کا ڈھیلا پن ختم ہو جاتا ہے۔ رکوع کا عمل جگر اور گردوں کے افعال کو درست کرتا ہے۔ اس عمل سے کمر اور پیٹ کی چربی کم ہو جاتی ہے۔ خون کا دوران تیز ہو جاتا ہے۔ چوں کہ دل اور سر ایک سیدھ میں ہو جاتے ہیں اس لیے دل کے لیے

خون کو سر کی طرف پمپ (PUMP) کرنے میں آسانی ہو جاتی ہے اور اس طرح دل کا کام کم ہو جاتا ہے۔ اور اسے آرام ملتا ہے جس سے دماغی صلاحیتیں اجاگر ہونے لگتی ہیں۔ اگر تسبیح سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ پر غور کر کے تین سے سات بار تک پڑھی جائے تو مراقبہ کی سی کیفیت پیدا ہونے لگتی ہے۔

دورانِ رکوع ہاتھ چونکہ نیچے کی طرف ہوتے ہیں اس لیے کندھوں سے لے کر ہاتھ کی انگلیوں تک پورے حصے کی ورزش ہو جاتی ہے۔ جس سے بازو کے پھٹے (MUSCLES) طاقتور ہو جاتے ہیں جو فاسد مادے بڑھاپے کی وجہ سے جوڑوں میں جمع ہوتے ہیں، از خود خارج ہو جاتے ہیں۔

نماز کے جب اتنے سارے فوائد ہیں تو آئیے عہد کریں کہ ہم نماز کی مکمل پابندی کریں گے اور اپنے گھر والوں کو بھی نماز پڑھنے کی تاکید کریں گے اور کوئی نماز ہم قضا نہیں ہونے دیں گے۔ اگر کسی ضرورت شدید کی وجہ سے کوئی نماز ہم سے فوت ہو رہی ہے تو بعد میں اس کو پڑھ لیں گے۔ اللہ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو سچ وقتہ نمازی بنائے اور اسلام کے ایک ایک حکم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

☆☆☆

سود کی نحوست

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْأَنْبِيَاءِ
وَالْمُرْسَلِينَ، وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ، أَمَّا بَعْدُ! فَأَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ
الرَّجِيمِ. بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ. الَّذِيْنَ يَأْكُلُوْنَ الرَّبِّيَ لَا يَقُوْمُوْنَ إِلَّا كَمَا
يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ. صَدَقَ اللَّهُ الْعَظِيمُ

قابلِ صدا احترام معلمات، عزیزہ طالبات، بزرگ ماؤں اور بہنو! قرآن و حدیث میں بیشتر مقامات پر سود کی شاعت و قباحت بیان کی گئی ہے، مدینہ کے یہود ہی بڑی کثرت سے سودی کاروبار کیا کرتے تھے۔ آج بھی بڑے پیمانے پر یہود ہی سودی کاروبار کر رہے ہیں اور پوری دنیا میں سود جیسی لعنت میں ملوث اور گرفتار ہے۔ نبی کریم ﷺ نے بہت پہلے ہی فرمادیا تھا کہ ایک زمانہ ایسا آئیگا کہ لوگ سود کھائیں گے اور اگر نہ کھائیں گے تو کم از کم سود کی بھاپ تو لگ ہی جائیگی۔ آج وہی زمانہ آ گیا ہے کہ لوگ سود کھا رہے ہیں اور بینکوں میں ملازمت کر رہے ہیں۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْلَ الرَّبْوِ وَمَوْكَلِهِ وَشَاهِدِهِ وَكَاتِبِهِ۔

(ترمذی ص ۱۴۵ ج ۱۔ باب اکل الربو۔ وکذا فی الاحسان بترتیب صحابہ ابن حبان۔ ص ۲۳۲ وکذا فی النوایبی فی الصحیحین۔ ص ۱۶۱)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے پر، اس کے وکیل بننے پر، اس کا گواہ بننے والے پر اور اس کے بارے میں لکھنے والے پر لعنت فرمائی ہے۔

مذکورہ حدیث میں یہ بتلایا گیا ہے کہ سود کی وجہ سے چار آدمیوں پر لعنت برستی ہے۔ (۱) سود کھانے والے پر۔ (۲) سود کے لئے وکیل بننے والے پر۔ (۳) سود کے لئے گواہ بننے والے پر۔ (۴) سود سے متعلق حساب کتاب کرنے والے پر۔

سود کا گناہ زنا سے بھی بڑھا ہوا ہے

ایک حدیث میں آتا ہے: الرَّبُّو سَبْعُونَ جُزْءً أَيْسَرُهَا أَنْ يُنْكَحَ الرَّجُلُ أُمَّهُ سود کی ستر شاخیں ہیں ان میں سب سے کم درجہ یہ ہے کہ آدمی اپنی ماں کے ساتھ منہ کالا کرے اتنی سخت وعیدیں ہیں سود کھانے کھلانے اور لینے دینے والوں پر سود کھانی والوں میں حسد بغض عداوت ساری دنیا کی برائیاں موجود ہوتی ہیں۔ اور کبھی بھی سود خوردوسروں کا بھلا نہیں سوچ سکتا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے سودی کاروبار اور سودی لین دین کو بڑی سختی کے ساتھ منع کیا ہے۔ ابتداء میں تدریجی طور پر سود کی قباحت کو بیان کیا گیا پھر جب منع کر دیا گیا اس کے بعد بھی کوئی شخص سود لیتا یا دیتا ہے یا اس کا کاروبار کرتا ہے۔ تو اللہ و رسول کی طرف سے اس سے اعلان جنگ ہے سورہ بقرہ کے اخیر میں ارشاد باری ہے۔ فَأَذْنُوبُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ تو اعلان کر دو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے جنگ کرنے کا۔ ظاہر ہے کہ اللہ و رسول سے کوئی بھی لڑائی نہیں کر سکتا اس کا واحد راستہ یہی ہے کہ سودی کاروبار کے بالکل قریب نہ جائے۔

لابصری اور ماہانہ فنڈ

قرآن کریم میں سود کی شناخت و قباحت کو جتنی شدت اور سختی کے ساتھ بیان کیا گیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ و رسول کے نزدیک سود سارے گناہوں سے بڑھ کر ہے۔ اور بعض روایتوں میں سود کا گناہ زنا سے ستر گنا زیادہ بتلایا گیا ہے آج کل بہت سے لوگ لابصری بھی کھلتے ہیں جو جوئے کی ایک شکل ہے اسلام اسکی قطعاً اجازت نہیں دیتا اسی طرح بینکوں میں جو پیسے جمع کئے جاتے ہیں اور اس میں اضافی رقم جو آتی ہے اس کا استعمال بھی جائز نہیں! کیونکہ وہ بھی سود ہی ہے۔ ایک اہم مسئلہ یہ ہے کہ سود کی رقم جو بینکوں میں پڑی ہوتی ہے اس کو کیا کرنا اگر نہیں لیتے ہیں تو بینک والے وہ رقم لیلیں گے اور اسلام کے خلاف بھی وہ رقم استعمال ہو سکتی ہے اور اپنے مصرف میں اس کا استعمال کرنا جائز نہیں تو ایسی صورت میں وہ رقم کیا کریں۔ علماء کرام سے معلوم کر کے اس رقم کو جو سود کی شکل میں بینکوں میں پڑی ہوئی ہے ضرور نکال لیں پھر اس کو ضرورت کے موقعوں میں استعمال کر دیں۔ اس سودی رقم کو اپنی ضرورت کیلئے نہ کریں اور نہ ہی کسی مسجد و مدرسہ کو یہ رقم دیں اور جس کو بھی دیں ثواب کی نیت ہرگز نہ کریں بلانیت ثواب وہ سودی جیسے دوسروں کے حوالے کر دیں اور اس کیلئے مسلمان ہونا بھی ضروری نہیں کسی غریب و نادار غیر مسلم کو بھی سود کے پیسے دے سکتے ہیں البتہ زکوٰۃ صرف مسلمانوں ہی کو دے سکتے ہیں۔

سود سے کیسے بچیں

سود سے ہم کیسے بچ سکتے ہیں؟ اس کا یہی طریقہ ہے کہ ہم اللہ و رسول کے ارشادات و فرمودات پر یقین کر نیکے ساتھ آخرت میں جو ابد ہی کا احساس بھی اپنے

دلوں میں پیدا کریں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سود اگرچہ کتنا ہی زیادہ ہو جائے لیکن اس کا آخری انجام قلت اور کمی ہے۔ جن لوگوں نے سود کے ذریعہ اپنی دولت میں اضافہ کیا اور یہاں وہ لکھ پتی کر وڑ پتی بن گئے۔ آخرت میں بالکل مفلس اور کوڑی کے محتاج ہوں گے۔ اور انکی وہ دولت جو سود کے ذریعہ کٹھی کی ہے وہی انکے لئے وبال جان بن جائے گی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جس رات مجھے معراج ہوئی میرا گزرا ایک ایسے گروہ پر ہوا جن کے پیٹ گھروں کی طرح تھے اور ان میں سانپ بھرے ہوئے ہیں جو باہر سے نظر آتے ہیں میں جبرئیل سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں (جو ایسے عذاب میں مبتلا ہیں) انہوں نے بتلایا کہ یہ سود خور لوگ ہیں اللہ اکبر، سود کی اتنی سخت وعیدیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کی سود سے حفاظت فرمائے اور جہنم کے عذاب الیم سے بچائے۔ آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

☆☆☆

بیٹیوں کی پرورش پر جنت کی بشارت

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْأَنْبِيَاءِ
وَالْمُرْسَلِينَ، وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ، أَمَّا بَعْدُ! فَأَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ
الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ. بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ. وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ
خَشْيَةَ أَمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ صَدَقَ اللَّهُ الْعَظِيمُ

قابل صدر احترام معلمات، عزیزہ طالبات، ماؤں اور بہنو! سورہ نسا کے اندر اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں اے لوگو! ڈرو اپنے رب سے جس نے تم کو پیدا کیا ایک جان سے اور اسی سے اسکا جوڑا پیدا فرمایا۔ اور ان دونوں سے بہت سے مردوں اور عورتوں کو پھیلایا۔ روئے زمین پر بسنے والے کروڑہا کروڑ انسان سب کے سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں خواہ مرد ہوں یا عورت، مسلم ہوں یا غیر مسلم، کالے ہوں یا گورے، اس ملک میں پیدا ہوئے ہوں یا کسی اور ملک میں، بہر حال سب کے سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور سب انسان ہیں اور ہر ایک کے ساتھ انسانوں جیسا معاملہ اور برتاؤ کرنا لازم اور ضروری ہے۔ اور جس طرح مردوں کے حقوق ہیں اسی طرح عورتوں کے حقوق ہیں۔ جس طرح لڑکوں کے حقوق ہیں اسی طرح

لڑکیوں کے بھی حقوق ہیں۔ پیغمبر اسلام علیہ السلام نے لڑکیوں کو بہت اونچا مقام عطا کیا لڑکیوں کی پرورش ان کی تعلیم و تربیت پر جنت کی بشارت سنائی اور ان کو رحمت خداوندی قرار دیا۔ بڑے ہی خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو لڑکیوں کی پرورش اور ان کی تعلیم و تربیت پر صحیح توجہ کرتے ہیں۔ ایسا نہیں کہ بیٹوں کو بیٹیوں پر فوقیت دے جس سے وہ احساس کمتری میں مبتلا ہوں اور انکی تکلیف کا باعث بنے اس لیے اولاد کی تعلیم و تربیت اور عطیات دینے میں برابری کرنی چاہیے۔

ایک بیٹی کی پرورش پر بھی جنت کی بشارت

جس شخص کی دو بیٹیاں ہوں وہ انہیں کھلاتا پلاتا ہوا اپنی طاقت کے مطابق انہیں کپڑا دیتا ہو اس نے ان پر صبر کر لیا وہ اس کیلئے دوزخ کی آگ سے حجاب ہوں گی۔ جس کی تین بیٹیاں ہو اور وہ ان پر صبر کرے انہیں کھلاتا پلاتا ہو اور کپڑا بھی دیتا ہو وہ اس کیلئے دوزخ سے حجاب ہوں گی اس کے ذمہ صدقہ اور جہاد نہیں ہے۔ (حاکم)

جس شخص کے ہاں ایک بیٹی ہو اس نے اچھی طرح سے اس کی تربیت کی اچھی تعلیم سے اسے آراستہ کیا اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کی اس پر وسعت کی وہ بیٹی اس کے لئے دوزخ سے رکاوٹ اور پردہ ہوگی۔ (طبرانی)

جس شخص کی دو بہنیں ہوں اس نے ان کے اٹھنے بیٹھنے کا اچھا بندوبست کیا وہ ان دونوں کے درمیان جنت میں داخل ہوگی۔ (احمد)

جس شخص کی تین بیٹیاں ہو یا تین بہنیں ہو اس نے ان کی خوشی غمی پر صبر کر لیا اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا چونکہ ان عورتوں پر وہ رحم کھاتا رہا ہے۔ کسی نے عرض کیا جس کی دو بیٹیاں ہو؟ فرمایا جس کی دو بیٹیاں ہو اس کا بھی یہی حکم ہے۔ عرض کیا جس کی ایک بیٹی ہو؟ فرمایا جس کی ایک بیٹی ہو اس کا بھی یہی حکم

ہے۔ (خراہی) جس شخص کی ایک بیٹی ہو وہ تھکا ہوتا ہے جس کی دو بیٹیاں ہوں وہ بوجھل ہوتا ہے جس کی پانچ بیٹیاں ہوں وہ میرے ساتھ جنت میں یوں ہوگا جیسے یہ دو انگلیاں اور جس شخص کی چھ بیٹیاں ہو اس کیلئے کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی وہ آٹھ دروازوں میں سے جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے گا۔ (رداء الاولیاء عن انس)

جس شخص کی تین بیٹیاں ہوں وہ ان کی دیکھ بھال کرتا رہا ان پر رحم کھایا اور ان کی کفالت کی یقیناً ان کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے عرض کیا گیا یا رسول اللہ اگر دو بیٹیاں ہوں؟ فرمایا اگر تین ہوں تب بھی یہی حکم ہے۔ (احمد)

جس شخص کی تین بیٹیاں ہو اس نے ان کی پرورش کی انہیں ٹھکانا مہیا کیا اور ان کی کفالت کی اس کیلئے جنت واجب ہو جائے گی عرض کیا گیا اگر دو ہوں فرمایا دو کا بھی یہی حکم ہے۔ عرض کیا گیا اگر ایک ہو؟ فرمایا ایک کا بھی یہی حکم ہے۔ (طبرانی)

بیٹیاں شفقت کی دلدادہ ہوتی ہیں اور بابرکت ہوتی ہیں۔ جس کی ایک بیٹی ہو اللہ تعالیٰ اس کے لئے دوزخ کے آگے پردہ کر دیتے ہیں۔ جس کی دو بیٹیاں ہو اسے جنت میں داخل کر دیا جائیگا۔ جس کے یہاں تین بیٹیاں ہوں یا اتنی ہی تعداد میں بہنیں ہوں اس کے ذمہ سے جہاد اور صدقہ اٹھایا جاتا ہے۔ (دیبی)

اولاد کو برابر تحفہ دو

احادیث شریفہ میں اتنی کثرت سے بشارتیں اور خوشخبریاں آنے کے باوجود مسلمانوں میں ایک بہت بڑا طبقہ ایسا ہے جو لڑکیوں کی پیدائش پر اتنا خوش نہیں ہوتا جتنا کہ لڑکوں کی پیدائش پر اور اسی واسطے بیٹیوں کی تعلیم و تربیت اور عطیہ میں بیٹوں کیساتھ برابری نہیں کرتے جبکہ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں۔ سَوُّوْ بَيْنَ اَوْلَادِكُمْ فِي الْعَطِيَةِ فَلَوْ كُنْتُمْ مُفْضَلًا اَحَدًا لَفَضَلْتُ النِّسَاءَ دَاوُدُ دَهْشٌ فِي اٰنِي

سب اولاد کے ساتھ مساوات اور برابری کا معاملہ کروا کر میں اس معاملہ میں کسی کو ترجیح دیتا تو عورتوں یعنی لڑکیوں کو ترجیح دیتا۔ مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ اولاد کے درمیان مساوات اور برابری ضروری نہ ہوتی تو میں اس بات کا حکم دیتا کہ لڑکیوں کو لڑکوں سے زیادہ دیا جائے۔ اس حدیث کی بنیاد پر فقہاء کی ایک جماعت نے کہا کہ والدین کے انتقال کے بعد لڑکیوں کو لڑکوں کے مقابلہ میں میراث کا نصف حصہ دیا جائے گا مگر زندگی میں والدین کیلئے برابری کرنا ضروری ہے جتنا لڑکوں کو ہدیہ و تحفہ دیں اتنا ہی لڑکیوں کو بھی دیں زندگی میں تحفہ اور عطیہ دینے میں کمی بیشی نہ کریں۔ آج کل اس سلسلہ میں بڑی کوتاہیاں ہو رہی ہیں بیٹیوں کے جو حقوق ہیں وہ دیئے نہیں جا رہے ہیں، اور شادیوں میں جہیز کے نام پر فضول خرچی میں بہت سے پیسے خرچ کر دیتے ہیں، اس کو سمجھتے ہیں کہ لڑکیوں کے حقوق ادا ہو گئے۔ اگر فضول خرچیوں سے بچا جائے تو باسانی لڑکیوں کے حقوق ادا کئے جاسکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو فضول خرچی کرنے سے بچائے۔ آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

☆☆☆

مادر بننے سے اخلاق پیدا نہیں ہوتے!

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْأَنْبِيَاءِ
وَالْمُرْسَلِينَ، وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ، أَمَا بَعْدُ! فَأَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ
الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ، بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ. قَالَ اللَّهُ تَعَالَى إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ
وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ. وَقَالَ تَعَالَى قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ. صَدَقَ اللَّهُ الْعَظِيمُ.

میری بزرگ معلمات، اور پیاری پیاری طالبات! میں آپ سے بلا کسی تمہید کے عرض کرتی ہوں کہ مدارس اسلامیہ کا ماحول، اسکولوں اور کالجوں سے بدرجہا بہتر ہے، کیوں کہ مدارس میں تعلیم کے ساتھ اخلاق و آداب پر بھی زور دیا جاتا ہے، بلکہ یوں کہیے کہ اخلاق و آداب کے بغیر اسلامی تعلیمات حاصل نہیں ہو سکتی۔ طالب علم جیسے علم دین سے آراستہ ہوتا جاتا ہے ویسے ہی اسکے اخلاق بھی بڑھتے جاتے ہیں۔ مجھے یہ بات کہنے میں کسی بھی قسم کی جھجک نہیں ہے کہ اسکولوں اور کالجوں میں علم و ہنر تو ضرور حاصل ہوتے ہیں۔ لیکن طلباء یا طالبات اخلاق و آداب سے یکسر کورے رہ جاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ خوش حال ہو جائیں یا بڑے بڑے عہدہ پر پہنچ جائیں یا کسی فیکٹری اور مل کے مالک بن جائیں مگر وہ اخلاق اور کردار سے

خالی ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسکولوں اور کالجوں یا یونیورسٹیوں سے فارغ ہو کر نکلنے والے لوگ بعض اوقات سماج میں بڑی گھناونی حرکت کر بیٹھتے ہیں۔ مثال کے طور پر لندن سے ایک دلچسپ خبر آئی کہ وہاں ”لارا جانسن“ نامی ایک ۱۹ سالہ دوشیزہ کو چوری اور لوٹ کے الزامات میں ماخوذ کر کے اس پر مقدمہ قائم کر دیا گیا ہے، انڈی پینڈنٹ نیوز پیپر کے مطابق گزشتہ دنوں لندن میں ہونیوالے نسلی فسادات کے دوران اس نے متاثرہ علاقے کی ایک دوکان سے ٹی وی سیٹ اور موبائل سیٹ چوری کئے تھے، یہ سامان اس کی کار میں پایا گیا تھا۔ ۲۲ ستمبر کو لندن کی ایک عدالت نے اسے مشروط ضمانت دے دی ہے، اور ہدایت کی ہے وہ شام سات بجے سے صبح چھ بجے تک اپنے گھر سے نہ نکلے، ادھر اس کی یونیورسٹی نے بھی اسے کلاسوں میں شرکت سے اس وقت تک کیلئے روک دیا ہے جب تک اس کے مقدمے کا فیصلہ نہیں ہو جاتا۔ (ٹائمس آف انڈیا، ۲۳ ستمبر) خبر کی دلچسپی یہ ہے کہ یہ لڑکی کروڑ پتی باپ کی خوش حال بیٹی ہے، اسے سامان چوری کرنیکی ضرورت نہیں تھی، پھر پتہ نہیں اس نے یہ حرکت کیوں کی، تفریح یا تارکین وطن کیخلاف غم و غصے کے اظہار کے طور پر؟ یا پھر مفت ہاتھ آئے تو برا کیا ہے؟ سبب جو بھی رہا ہو اس واقعے کی خبر نے ساڑھے نو سال پہلے کے ان واقعات کے مناظر نگاہوں میں گھمادئے جو ہمارے ملک کی گجرات ریاست میں پیش آئے تھے۔ خصوصاً احمد آباد میں جو ریاست کی راجدھانی ہے، بہت بڑا صنعتی اور کاروباری شہر بھی ہے، اور جہاں کروڑ پتی بڑی تعداد میں آباد ہیں۔

خوف خدا سے امن قائم ہو سکتا ہے

انسان کے اخلاق کیسے درست ہو سکتے ہیں معاشرے کے اندر پھیلی ہوئی برائیوں سے نجات کیسے مل سکتی ہے گناہوں پر بندش کیسے لگ سکتی ہے؟ امن و امان کا

ماحول کیسے قائم ہو سکتا ہے؟ کیا اعلیٰ عہدے اور مناصب سے ہو سکتا ہے؟ اعلیٰ تعلیم کے ذریعہ ہو سکتی ہے؟ ہم دیکھ رہے ہیں کہ بڑے بڑے تعلیم یافتہ ملکوں کے سربراہ ریاستوں کے وزراء اعلیٰ بڑے بڑے کمشنر اربوں کے مال و اسباب کا انبار لگانے والے سب جیلوں کی ہوا کھا رہے ہیں، انکی تعلیم، ان کا مال و زر، ان کے عہدے اور مناصب، ان کے کچھ بھی کام نہیں آرہے ہیں جبکہ کل انہیں کے اشاروں پر حکومت چل رہی تھی۔ بہر حال ان سب چیزوں کی اصلاح کس چیز کے ذریعہ ہو سکتی ہے، تو یہ بات ذہن میں رکھیں کہ دنیا میں امن و امان قائم ہوگا صرف اللہ کے خوف سے، اس کے علاوہ کوئی بھی ذریعہ نہیں۔ جب انسان کے اندر اللہ کا خوف پیدا ہو جائے آخرت کی فکر آجائے تو کسی پر ظلم نہیں کریگا، غریبوں کا مال نہیں ہڑپ کریگا، یتیموں، مسکینوں، بیواؤں پر غلط نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھے گا، بلکہ ان کی حفاظت کرنے کو اپنے لئے سرمایہ سعادت سمجھے گا۔

آج کل جو فسادات ہو رہے ہیں اس کی وجہ یہی ہے کہ لوگوں کے دلوں میں اللہ کا خوف غالب نہیں ہے۔ لوگوں کو دنیا کی ہوس ہو گئی۔ قتل و غارتگری کو معمولی چیز سمجھتے ہیں۔ ۲۷ فروری ۲۰۰۲ء کو گودھرا اسٹیشن پر ٹرین میں آتشزدگی یا آتشزدگی کے واقعے کو بنیاد بنا کر جب ریاست میں ایک فرقے کے خلاف قتل و غارت گری اور لوٹ مار کا سلسلہ ریاستی سرکار کی سرپرستی میں گرم ہوا تو لوٹ مار میں خوشحال خاندانوں کے افراد نے بھی حصہ لیا، قتل و غارت گری اور چھوٹی موٹی لوٹ مار کے کام پر ان برادریوں کو لگا دیا گیا تھا جنہیں ”نچلی جاتیاں“ سمجھا جاتا ہے، اور جنہیں بڑے ہاتھ مارنے کے مواقع نہیں ملتے، جب کہ بڑی بڑی دوکانوں، قیمتی سامان کے اسٹورس اور مالس کی لوٹ مار کا کام امیر اور خوشحال خاندانوں کے افراد نے اپنے لئے رکھا تھا، احمد آباد اور دیگر بڑے شہروں میں لوگ شاندار کاروں میں آ آ کر سامان لوٹ رہے

تھے، ٹی وی کیمروں نے یہاں تک دکھلایا تھا کہ بہت سے لوگ بڑی دوکانوں کے مالک کے سامنے اپنی گاڑیاں روکتے، پھر بغیر کسی خوف کے اندر گھستے اور نہایت اطمینان سے سامان دیکھ دیکھ کر اٹھاتے، باہر نکل کر آرام سے گاڑیوں میں رکھتے اور چل دیتے، زیورات اور قیمتی کپڑوں کے علاوہ ٹی وی سیٹ، واشنگ مشین، ریفریجریٹر اور دوسرا الیکٹرانک سامان ان کی خاص پسند تھی، سروے کرایا جائے تو ان میں سے بہت سامان آج بھی ان خوشحال خاندانوں کے گھروں میں موجود ملے گا۔

اخلاق تو مذہب اسلام سکھاتا ہے

اسکولوں اور کالجوں میں صرف عصری علوم سکھائے جاتے ہیں پیٹ پالنے کیلئے گویا ایک ذریعہ معاش ان کو دیدیا جاتا ہے۔ اخلاق نہ ہونے کی وجہ سے یہی اسکول و کالج کے طلبہ ہی معاشرے کو خراب کرتے ہیں اور موقع پڑنے پر چوری اور اس طرح کی دیگر ذلیل حرکتوں سے گریز نہیں کرتے ہیں۔ اس لئے اخلاق کو سدھارنے کیلئے اسلامیات کا حاصل کرنا بہت ہی ضروری ہے۔ اسلام ہی اعلیٰ اخلاق کی تعلیم دیتا ہے اور ہر طرح کی ذلیل حرکتوں سے روکتا ہے۔ نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں جس نے دھوکا دیا وہ ہم مسلمانوں میں سے نہیں۔ سچائی کو ہمیشہ لازم پکڑو، غصے سے بچو، رشوت دینے اور لینے پر لعنت فرمائی گئی، جب کسی گھر میں داخل ہو تو سلام کرو اور حالات لئے بغیر گھر میں داخل مت ہو کسی عمدہ تعلیم ایسی ہی تعلیم انسان کے اندر سدھار پیدا کر سکتی ہے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

☆☆☆

علم کی ضرورت کیوں ہے؟

الْحَمْدُ لِلَّهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنُؤْمِنُ بِهِ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يَضِلَّهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَنَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَنَشْهَدُ أَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ أَمَا بَعْدُ فَأَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ. بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ. اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ. صَدَقَ اللَّهُ الْعَظِيمُ.

صدر جلسہ، مشفق و مہربان معلمات، عزیزہ طالبات، ماؤں اور بہنو! میری تقریر کا موضوع ہے علم کی ضرورت کیوں ہے؟ اسی تعلق سے کچھ باتیں آپ کے گوش گزار کرنی ہے علم کی ضرورت واہمیت کیلئے صرف یہی کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی آخر الزماں ﷺ پر غار حراء میں سب سے پہلی جو آیت نازل فرمائی وہ اقرأ باسم الخ ہے جس میں تعلیم کا تذکرہ کیا گیا ہے، پڑھئے اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا، انسان کو پیدا کیا گوشت کے لوٹھڑے سے، پڑھئے اپنے رب کے نام سے

جو بڑا باعزت ہے، جس نے سکھلایا قلم کے ذریعہ، انسان کو بتلائیں وہ باتیں جو اسے معلوم نہیں تھیں، علم ہی ایک قیمتی شے ہے جس سے انسان ترقی کے بام عروج کو پہنچ سکتا ہے۔ دنیوی علوم سے دنیوی ترقی ہوگی اور دینی علوم سے اخروی ترقی ہوگی اور علم کا سیکھنا ہر مسلمان پر فرض قرار دیا گیا ہے، اگر علم نہیں ہے تو انسان خدا کو نہیں پہچان سکتا ہے کہ: بے علم نتواں خدا را شناخت جب علم نہیں ہوگا نہ تو ہم نماز صحیح پڑھ سکتے ہیں، نہ روزہ صحیح رکھ سکتے ہیں، اور نہ ہی دین کا کوئی حکم بہتر طریقہ پر ہم انجام دے سکتے ہیں، اسلئے علم کا حاصل کرنا بہت ضروری ہے۔

علم کی ضرورت ہر شے پر مقدم

آدمی جب کسی چیز کی ضرورت محسوس کرتا ہے تو اس کیلئے تکلیف و مشقت برداشت کرتا ہے اور اس کے حصول کی کوشش کرتا ہے۔ آدمی اگر غور کرے تو اس کو آسانی یہ بات سمجھ میں آجائے گی کہ دوسری چیزوں کے بہ نسبت اس کو علم کی ضرورت زیادہ ہے۔ مثلاً انسان یہ خیال کرے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجھ پر چند چیزیں فرض فرمائی ہیں اور جب تک ان چیزوں کو معلوم نہ کر لوں تب تک ان فرائض کو ادا نہیں کر سکتا۔ کچھ چیزوں سے رب پروردگار نے منع فرمایا ہے، اور ان سے اجتناب و احتراز بھی علم کے ذریعہ ہی ہو سکتا ہے۔

اللہ نے مجھ پر نعمتوں کے شکر یہ کو واجب کیا ہے، اور جب تک خود وہ نعمتیں ہی معلوم نہ ہوں تو ان کا شکر یہ بھی ادا نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کیساتھ منصفانہ سلوک اور اچھا برتاؤ کرنے کے لیے فرمایا ہے اور انصاف بغیر علم کے نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے شیطان سے عداوت کا حکم فرمایا ہے اور شیطان سے یہ عداوت بھی علم کے ذریعہ ہی ہو سکتی ہے۔

قیامت کے دن حفاظ کا مقام بہت بلند ہوگا

اکابرین امت نے ایک ایک حدیث کو حاصل کرنے کیلئے سینکڑوں میلوں کا سفر کیا جبکہ وہ زمانہ آج کل کی طرح ہواؤں میں اڑنے کا نہیں، بلکہ اونٹوں پر سفر کر نیکا تھا، اور بسا اوقات تو غربت و افلاس کی وجہ سے سو سو میل کا سفر پیدل کیا کرتے تھے اور جب حدیث معلوم ہو جاتی تو اتنا خوش ہوتے تھے گویا کوئی ملک حاصل ہو گیا ہو۔ یہ دین جو آج ہم تک صحیح سالم پہنچ گیا ہے یوں ہی نہیں آیا، بلکہ بڑی مشقتوں اور قربانیوں کے بعد ہم تک پہنچا ہے مگر آج علم حاصل کر نیکا وہ جذبہ اور شوق نہیں رہا جو پہلے تھا لوگ آرام طلب ہو گئے ہیں اور علم تو بڑا ہی مستغنی ہے جب اپنا سب کچھ اسے دیدیں گے تب اپنا کچھ حصہ تم کو دے گا۔ اور بڑی ہی عاجزی اور تواضع سے یہ علم حاصل ہوتا ہے غرور و تکبر کو نیوالے یہ علم حاصل نہیں کر سکتے اور اگر حاصل بھی کر لیں تو اس علم سے لوگوں کو کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ اس لئے علم حاصل کرنے کیلئے بڑی محنت درکار ہے اس کیلئے نیت کو خالص رکھیں دنیوی علوم کیلئے اخلاص کی ضرورت نہیں اس سے تو فقط دنیا کا حصول مقصود ہے مگر دینی علوم حاصل کرنے کے لئے بڑے شرائط ہیں۔ اگر اخلاص نیت سے علم حاصل کریں گے تو دینا کا بھی فائدہ ہوگا اور آخرت میں بھی ترقی قدم چومے گی۔

مرنے کے بعد علماء کا بہت بڑا مقام ہوگا۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جس نے اپنی اولاد کو قرآن حفظ کرایا اس کو قیامت کے دن ایسا تاج پہنایا جائیگا جو سورج سے زیادہ روشن ہوگا، تو اس سے اندازہ لگائے کہ جس نے خود یہ علم حاصل کیا ہوگا اس کا کیا مقام و مرتبہ ہوگا اور لوگ اس پر کتنا رشک کریں گے۔ جس نے قرآن کریم حفظ کر لیا وہ دس ایسے لوگوں کی سفارش کرے گا جن کے دوزخ میں جانے کا اعلان

ہو گیا ہوگا یہ بہت بڑا اعزاز ہے اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے حفاظ کا۔ اسی طرح علماء کرام کا بہت بڑا مقام ہے۔ اس لئے علم کا حاصل کرنا بہت ہی ضروری ہے گھر کے کچھ افراد کو ضرور علم دین سے آراستہ و پیراستہ کریں اور دین کی ضروری معلومات تو ہر فرد کو ضرور ہونی چاہیے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

☆☆☆

سماجی خدمت کی اہمیت اور وقعت

الْحَمْدُ لِلَّهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنُؤْمِنُ بِهِ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يَضِلَّهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَنَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَنَشْهَدُ أَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدَهُ وَرَسُولَهُ أَمَّا بَعْدُ فَاعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ. بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ. يُؤَثِّرُونَ النَّاسَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ. صَدَقَ اللَّهُ الْعَظِيمُ.

محترمہ صدر معلمہ، عزیزہ طالبات، ماؤں اور بہنو! نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔ الخلق عيال اللہ پوری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے۔ اسلئے ہر انسان کے ساتھ بہمدی خیر خواہی اور نعمگساری کا معاملہ کرنا چاہیے کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو

ورنہ طاعت کیلئے کچھ کم نہ تھے کرو بیاں

آدمی کو دنیا میں رہ کر ایسے کام کرنے چاہیے کہ لوگ اس کے مرنے کے بعد بھی یاد رکھیں۔ انسان آبادی کے اندر رہے تاکہ لوگوں کے احوال معلوم ہوں ان

کے غم اور درد کو سمجھ سکے۔ اسی لئے اسلام میں رہبانیت نہیں ہے جیسا کہ عیسائیت کے اندر ہے اپنی بیوی بچوں کو چھوڑ کر پہاڑوں اور جنگلوں میں جا کر لوگ عبادت کیا کرتے تھے ان کو لوگوں کے احوال سے ان کی غمی و خوشی سے کوئی سروکار نہیں تھا، مگر اسلام اس چیز کو پسند نہیں کرتا۔

حضور اکرام ﷺ نے ارشاد فرمایا مخلوق اللہ کا کنبہ ہے، مخلوق میں سب سے زیادہ اللہ کو محبوب وہ بندہ ہے جو اس کے کنبہ کیساتھ اچھا معاملہ کرے۔ (مشکوٰۃ المصابیح، باب الشفقة الفصل الثالث) انسانوں سے ہمدردی اور ان کی خدمت کا سرچشمہ اللہ کی محبت ہے یا یوں کہا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کا اظہار بندوں کی خدمت کی شکل میں ہے۔ قرآن میں ارشاد ہے: اور وہ اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں، اگر چہ وہ خود ہی ضرورت مند کیوں نہ ہوں اور جو اپنے نفس کے بخل سے بچالیا گیا سمجھو کہ وہی کامیاب ہے۔ (سورہ حشر: 9)

مسلمان مسلمان کا بھائی

بخاری میں ایک روایت منقول ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ وہ ظلم کرتا ہے اور نہ اس کو سپرد کرتا ہے، اور جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت میں کام آتا ہے اللہ تبارک و تعالیٰ اس کی ضرورت میں کام آتا ہے، اور جو شخص ہٹاتا ہے کسی مسلمان سے پریشانی اللہ تعالیٰ ہٹادے گا اس سے قیامت کی تتکیوں میں سے تنگی کو اور جو شخص ستر پوشی کرتا ہے کسی مسلمان کی اللہ تعالیٰ ستر پوشی کرے گا اس کی قیامت کے دن۔ (الصحيح البخاری، کتاب ابواب المظالم والقصاص باب الايظم المسلم المسلم ولا يسلّمه)

حدیث شریف میں سماجی خدمت کی اہمیت و وقعت پر روشنی ڈالی ہے کہ اگر ایک مسلمان دوسرے بھائی کی مدد و نصرت کا بار اٹھائے گا تو رب کا نجات بھی اس کی

نصرت کریں گے، اسی طرح دوسرے جزیں بتایا ہے کہ تم دنیا میں کسی کے عیوب پر پردہ ڈالو گے تو خدا بھی تمہارے عیوب کل قیامت کے دن چھپائیں گے۔ پتہ یہ چلا اگر تم انسان اور سماجی خدمت میں حصہ لو گے تو خدا بھی تمہاری ضرورت و حاجت پوری کریں گے اور یہی ایک مومن کی شان ہے کہ سماجی خدمت کو انجام دے اسی وقت کوئی روحانیت کا علمبردار ہو سکتا ہے۔

حقوق العباد

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انسانوں سے پوچھے گا اور اس طرح جواب طلب کرے گا، اے اولاد آدم میں بیمار تھا مگر تو نے میری عیادت نہیں کی، بندہ کہے گا میں کس طرح تیری عیادت کرتا جب کہ تورب العالمین ہے، اللہ کہے گا تجھے معلوم تھا کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہے مگر تو نے اسکی عیادت نہیں کی، اگر تو اسکی عیادت کرتا تو مجھے اسکے پاس پاتا۔ اے ابن آدم میں نے تجھ سے کھانا مانگا مگر تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا، بندہ کہے گا اے پروردگار میں تجھے کھانا کس طرح کھلاتا جب کہ تورب العالمین ہے، اللہ کہے گا کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا مگر تو نے کھانا نہیں کھلایا، اگر تو اسے کھانا کھلاتا تو یہ کھانا میرے پاس پاتا۔ اے ابن آدم میں نے تجھ سے پانی مانگا مگر تو نے پانی نہیں پلایا، بندہ کہے گا اے پروردگار میں پانی کس طرح پلاتا جب کہ تورب العالمین ہے، اللہ کہے گا میرے فلاں بندے نے پانی مانگا مگر تو نے اسے پانی نہیں پلایا اگر تو اسے پانی پلاتا تو اسے میرے پاس پاتا۔ (الصحيح المسلم، کتاب البر والصلة والادب، باب فضل عيادة المريض)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ سماج کی مصیبت اور ضرورت کو نظر انداز کر کے کوئی شخص اللہ کی رضا حاصل نہیں کر سکتا ہے اور اسکو جدا کر کے مذہب کی نمائندگی نہیں کی جاسکتی ہے۔

پڑوسیوں کے حقوق

آدمی اللہ کا محبوب اور پسندیدہ بندہ بننا چاہتا ہو تو اس کیلئے ضروری ہے سماجی خدمات انجام دے، صرف اپنی ہی فکر نہ رہے بلکہ پوری قوم کی فکر ہونی چاہیے۔ پڑوسیوں کے حقوق آخر اسی لئے تو بیان کئے گئے ہیں پڑوسی خواہ کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتا ہو۔ بہر حال شریعت نے اسکے حقوق بیان فرمائے ہیں اس کی دل آزاری کرنے سے منع کیا گیا حتیٰ کہ اگر گھر کے اندر کوئی اچھی چیز پکارے ہو اور تمہارا پڑوسی اسکی استطاعت نہیں رکھتا تو اس کا خیال رکھو اور اسکے گھر بھی تھوڑا بھیج د۔ پڑوسیوں کے حقوق اتنی کثرت سے جبرئیل امین بیان فرماتے رہے کہ نبی کریم ﷺ کو محسوس ہونے لگا کہ پڑوسیوں کو وارث بنا دیا جائیگا۔ الغرض پڑوسیوں، غریبوں، یتیموں، محتاجوں، بیواؤں کے تعلق سے شریعت نے جو حقوق بیان کئے ہیں ان سب کی ادائیگی انسانی ہمدردی و خیر خواہی کے قبیل کی چیز ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مقام و مرتبہ کتنا بڑا ہے خلیفہ وقت ہیں زبان نبوت نے جنتی ہونے کی بشارت و خوشخبری سنادی مگر تواضع و انکساری، ہمدردی و خیر خواہی کا ایسا جذبہ کہ ایک بڑھیا عورت کے گھر جا کر اسکے لئے پانی بھرتے ہیں اور گھریلو دیگر کام کرتے ہیں۔ ہم کو بھی اپنے انسانی ہمدردی پیدا کرنے اور خدمات خلق کی ضرورت ہے، اللہ ہم سب کو سماجی و معاشرتی خدمات انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

☆☆☆

قناعت کرنے والا کسی کا محتاج نہیں رہتا

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْأَنْبِيَاءِ
وَالْمُرْسَلِينَ، وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ، أَمَّا بَعْدُ! فَأَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ
الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ. بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ. يُؤَثِّرُونَ النَّاسَ عَلَى
أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ. صَدَقَ اللَّهُ الْعَظِيمُ.

صدر جلسہ، قابل صد احترام معلمات، عزیزہ طالبات، ماؤں اور بہنو! قناعت بہت بڑی دولت ہے جب کسی کو قناعت کی نعمت حاصل ہو جائے تو محتاج نہیں ہو سکتا ہے، ہر مسلمان کا تقدیر ایمان ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو کچھ اچھایا برا ہوتا ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے کسی کا مالدار ہونا کسی کا فقیر ہونا عہد و منصب کامل جانا یا دردر کے ٹھوکریں کھانا یہ سب اللہ کی طرف سے ہے، آدمی محض اپنے اختیار سے دولت مند نہیں ہو سکتا محض اپنے اختیار سے عہدے و مناصب حاصل نہیں کر سکتا ہے ہاں آدمی کے کسب و محنت کا دخل ضرور ہوتا ہے کیونکہ یہ دنیا دار الاسباب ہے لیکن اصل کرنیوالی ذات اللہ رب العزت کی ہے وہی جسکو چاہتا ہے غنی کرتا ہے جسکو چاہتا ہے محتاج کرتا ہے۔

۱۔ قناعت کرنے والا شخص سب سے زیادہ غنی ہوتا ہے اس لیے کہ نبی کریم ﷺ کے ارشاد کے مطابق غنی وہ نہیں ہوتا جس کے پاس زیادہ مال و دولت ہو، بلکہ غنی وہ ہے جو دل کا غنی ہو، وہ غیر اللہ سے حاجت روائی کی امید نہیں رکھتا، لوگوں سے اور ان کے مال سے مستغنی ہوتا ہے، یہ حقیقی غنی ہوتا ہے، پس قناعت کرنے والا شخص سب سے بڑا غنی ہے۔

روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے سوال کیا: اے میرے رب! تیرے بندوں میں سے تجھے سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو ان میں سے سب سے زیادہ میرا ذکر کرتا ہے، آپ نے پوچھا تیرے بندوں میں سے زیادہ غنی کون ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے عطا کردہ مال پر ان میں سے سب سے زیادہ قناعت کرنے والا۔ آپ نے پوچھا: ان میں سے سب سے زیادہ عادل کون ہے؟ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا: جس نے اپنے نفس کو (بری خواہشات سے) بچا لیا۔

۲۔ قناعت پسند آدمی مال و دولت والوں، جاہ و حشمت والوں اور بادشاہوں کے سامنے ذلیل بن کر کھڑا ہونے سے مستغنی ہوتا ہے۔ یہ ہے وہ عزت نفس جو قناعت کرنے والوں کو قناعت کے نتیجے میں ملتی ہے۔ بنی امیہ کے ایک حاکم نے ایک عابد و زاہد انسان ابی حاتم کو خط لکھا کہ وہ اپنی ضروریات کے بارے میں اسے آگاہ کریں۔ ابی حاتم نے اس کے خط کا جواب یوں دیا: حمد و ثنا کے بعد، آپ کا خط ملا، جس میں آپ نے میری ضروریات جاننے اور انہیں پورا کرنے کی خواہش ظاہر کی ہے، یہ بہت بعید ہے، میں نے اپنی ضروریات اپنے پیارے رب کے سامنے پیش کر دی ہیں، ان میں سے جو اس نے مجھے عطا کر دیں میں نے انہیں قبول کر لیا، اور جو نہیں عطا کیں ان سے میں نے قناعت کر لی، یہ ہے صالحین کا عمل۔

۳۔ انسان کو آزادی نصیب ہوتی ہے۔ آدمی جب قناعت کرتا ہے تو اسے آزادی ملتی ہے، جب وہ حرص و طمع میں پڑ جاتا ہے تو غلام بن جاتا ہے۔ درہم و دینار کا غلام، جو چیز بھی اسے اچھی لگے اس کا غلام، جو چیزیں اسے دی گئی ہیں ان کا بھی غلام اور جو نہیں دی گئی ہیں ان کا بھی غلام۔ جب آدمی ان تمام غلامیوں سے نجات حاصل کر لیتا ہے تو اسے قناعت کی دولت نصیب ہوتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا غلام نہیں رہتا۔ لوگوں کا خیال ہے کہ قناعت حالات و واقعات پر راضی ہونے، ان کو بہتر بنانے کی کوشش نہ کرنے کا نام ہے۔ جو کچھ ہو رہا ہے ہوتا رہے، انہیں اس سے کوئی غرض نہیں، کیوں کہ ان کے خیال میں قناعت اسی کا نام ہے۔ یہ غلط فہمی کی انتہا ہے، درحقیقت قناعت حالات و واقعات پر راضی ہونے کا نام نہیں ہے، بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی عنایات اور اس کی تقدیر پر راضی ہونے کا نام ہے۔ جہاں تک برے حالات و واقعات کا تعلق ہے تو قناعت کا مطلب یہ ہے کہ انہیں بدلنے کی کوشش کی جائے۔ قناعت یہ نہیں ہے کہ آدمی کیلئے حلال رزق کا دروازہ کھولا جائے اور وہ اسے لینے کی بجائے اس خیال سے ہاتھ باندھ کر بیٹھا رہے کہ یہ قناعت ہے۔ مال جمع کرنا مسلمان کے لیے ضروری نہیں ہے، لیکن مال کمانے کی کوشش کرنا اس لیے ضروری ہے کہ اللہ کے عطا کردہ مال سے فقرا و مساکین کی مدد کرے، اور اللہ کے دین کی دعوت عام کرنے اور اسے سر بلند کرنے کیلئے اسے خرچ کرے۔

مالداری قناعت کے خلاف نہیں

اگر قناعت کا یہ مطلب ہوتا کہ مال نہ جمع کیا جائے تو اللہ تعالیٰ نے مال خرچ کرنے، زکوٰۃ ادا کرنے، صدقہ دینے، حج کرنے کا جو حکم دیا ہے وہ کیسے انجام دیا جاسکتا ہے، مال کمائیں گے نہیں تو ضرورت مندوں کی ضرورتیں کیسے پوری کریں

گے، بیوی بچوں کی کفالت کیسے کر سکیں گے۔ مال کا جمع کرنا کوئی برائیاں بلکہ اللہ کے ارشادات کے مطابق خرچ کرنا عین صواب ہے۔ انسان دنیا کے اندر آیا ہے تو اسکو دنیا کی ضرورتیں لگی ہوئی ہیں اسکی تکمیل کیلئے روپیوں پیسوں کی اشد ضرورت ہے۔ صحابہ کرام میں بعض تو بہت مالدار تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تیسرے خلیفہ اور دوہرے داماد ہیں جب ام کلثوم جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تیسری صاحبزادی کا انتقال ہو گیا تو فرمایا کہ اگر میرے پاس سو بیٹیاں ہوتیں تو یکے بعد دیگر عثمان کی زوجیت میں دیدیتا یہ مقام ہے عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا اور یہ وہ ہستی ہے جس کو دنیا ہی کے اندر زمان رسالت نے جنتی ہونے کی بشارت و خوشخبری سنادی، ان کے پاس بے حساب مال تھا سینکڑوں غلام اور باندیاں ہزاروں اونٹ اور گھوڑے دراہم و دنیا غیر ضیکہ اس زمانے کے حساب سے بہت سی دولتیں اور نعمتیں ان کو میسر تھیں۔ اسی طرح حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی ہیں جنکا شمار مالدار صحابہ میں ہوتا ہے۔ اسی طرح اور کئی ایک صحابہ کو اللہ تعالیٰ دولت کا انبار دیا تھا۔ تو مال کا ہونا کوئی برا نہیں بلکہ بہت اچھی چیز ہے اگر اس کا استعمال اللہ کی مرضی کے موافق ہو اور یہ قناعت کے خلاف نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو صحیح سمجھ عطا فرمائے۔ اور قناعت کی عظیم نعمت ہمیں نصیب فرمائے۔ آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

☆☆☆

علم کی فضیلت اور قسمیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ
وَالْمُرْسَلِينَ، وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ اَجْمَعِينَ، اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ
الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ
يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

قابل صد احترام معلمات، مشفق و مہربان ماؤں اور بہنو! حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ اَطْلُبُوا الْعِلْمَ مِنَ الْمَهْدِ اِلَى اللّٰحِدِ عِلْمٌ حَاصِلٌ كَرُو
گہوارے سے قبر تک۔ علم حاصل کرنے کے لئے عمر کی کوئی قید نہیں، بوڑھے بھی
سیکھیں، جوان بھی سیکھیں، مرد بھی سیکھیں، عورتیں بھی سیکھیں، بچے بھی سیکھیں
۔ صحابہ کرام میں اکثر تو بڑی عمر کے تھے۔ ارشاد فرمایا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ طَلَبُ
الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰی كُلِّ مُسْلِمٍ عِلْمٌ كَا حَاصِلِ كَرْنَاهُ مُسْلِمَانٍ پرفرض ہے۔ دین کی
ضروری اور بنیادی باتوں کا علم ہر ایک مسلمان کو ہونا چاہیے باقاعدہ طور پر عالم بننا تو
ہر ایک کے لئے ضروری نہیں علاقہ اور ہستی کے چند لوگوں کا عالم بن جانا کافی ہے۔
مَنْ خَرَجَ فِيْ طَلَبِ الْعِلْمِ فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَرْجِعَ جَوْ بِنْدَةَ عِلْمٍ كِ

طلب و تحصیل میں گھر سے نکلا وہ اس وقت تک اللہ کے راستے میں ہے جب تک واپس آئے۔ تحصیل عم کی بڑی فضیلتیں حدیث میں وارد ہوئی ہیں ایک اور حدیث میں ہے کہ جو علم حاصل کرنے کیلئے کسی راستہ پر چلے گا اللہ تعالیٰ اس کے عوض میں جنت کے راستوں میں سے ایک راستہ پر چلائینگا اور فرشتے طالبان علم کیلئے اظہار رضا کے طور پر اپنے بازو جھکا دیتے ہیں۔

متعلم و معلم کیلئے ہر مخلوق دعا کرتی ہے

حدیث شریف میں بھی علم کے فضائل بیان کئے گئے ہیں چنانچہ:

● حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو آدمی جہنم سے آزاد، جنتی لوگوں کو دیکھنا چاہے تو اسے چاہیے کہ علم حاصل کرنے والوں کو دیکھ لے، مجھے پیدا کرنے والے کی قسم جو متعلم بھی کچھ بات سیکھنے کے واسطے عالم کے دروازے کے چکر لگاتا ہے تو اللہ تعالیٰ ہر قدم کے عوض ایک سال کی عبادت کا ثواب عطا فرمادیتے ہیں، اور جنت میں اس کیلئے ایک مکان تعمیر کیا جاتا ہے، جب تک وہ دنیا میں رہتا ہے زمین اس کے واسطے استغفار کرتی ہے، اور فرشتے اس کے جہنم سے بری ہونے کی دعا کرتے ہیں۔ (تفسیر کبیر ۱/۲۰۰)

● حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اچھی باتوں کی تعلیم دینے والا آدمی جب مر جاتا ہے تو فضا میں پرواز کرنے والے پرندے اور زمین پر چلنے والے جانور اور سمندر کی مچھلیاں اس کے واسطے دعاء مغفرت کرتی ہیں۔

(معلما لخییر اذا مات بکی علیہ طیر السماء ودواب الارض وحتیان البحر، کبیر ۱/۲۰۱)

● حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ: جو آدمی کسی عالم (باعمل) کی اقتداء میں نماز پڑھتا ہے تو وہ ثواب کے اعتبار سے ایسا ہے جیسے کسی نے نبی کے

پیچھے نماز ادا کی ہو۔ مَنْ صَلَّى خَلْفَ عَالِمٍ مِنَ الْعُلَمَاءِ فَكَأَنَّمَا صَلَّى خَلْفَ نَبِيِّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ. (تفسیر کبیر ۱/۲۰۱)

عالم تین طرح کے ہوتے ہیں (۱) جو اللہ کو جانتا ہو اللہ کے حکم کو نہ جانتا ہو: جیسے وہ بندہ خدا جس پر معرفت الہی کا غلبہ ہو اور وہ اللہ کے انوار اور صفات کبریائی کے مشاہدے میں مستغرق ہو، اس عالم کی علامات یہ ہیں کہ (الف) اللہ کو دل سے یاد رکھتا ہے (ب) ریا کاری سے ڈرتا رہتا ہے (ج) تنہائی میں بھی اللہ سے شرماتا ہے۔
۲۔ وہ عالم ہے جو اللہ کے حکم سے واقف ہے مگر اللہ سے واقف نہیں: اور وہ بندہ خدا ہے جو حلال و حرام کی حقیقت سے واقف ہے مگر اللہ کے جلال کے رموز و آثار سے واقف نہ ہو۔ اس قسم کے عالم کی علامات (الف) گناہ کرنے میں ظاہر میں تو لوگوں شرماتا ہے مگر باطن میں اللہ سے نہیں (ب) زبان سے تو خدا کو یاد کرتا ہے دل سے نہیں (ج) مخلوق سے ڈرتا ہے خالق سے نہیں۔

۳۔ وہ عالم ہے جو اللہ اور اس کے احکام دونوں سے واقف ہے یہ عالم معقولات اور عالم محسوسات دونوں کی حد مشترک پر ثابت و قائم ہے، یہ جب مخلوق کیساتھ ہوتا ہے تو شفقت و رحمت کا برتاؤ کرتا ہے، اور ان میں اس طرح گھل مل جاتا ہے جیسے وہ بھی ان ہی جیسا ہے اور جب اللہ کی محبت میں مستغرق ہوتا ہے اور اللہ کی یاد میں مشغول ہوتا ہے تو ایسا ہو جاتا ہے جیسے مخلوق کو جانتا ہی نہیں۔ یہ حضرات انبیاء صلی اللہ علیہم وسلم اور صدیقین کا طریقہ ہے۔

علم انبیاء صلی اللہ علیہم وسلم کی میراث

یہ علم انبیاء صلی اللہ علیہم وسلم اور خاص کر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص میراث ہے، اور اس پوری کائنات کی سب سے زیادہ عزیز اور قیمتی دولت ہے، اور جو خوش نصیب بندے اس کو

حاصل کریں اور اس کا حق ادا کریں وہ وارثیں انبیاء ہیں آسمان کے فرشتوں سے لے کر زمین کی چینوٹیوں اور دریا کی مچھلیوں تک تمام مخلوقات ان سے محبت رکھتی اور ان کے لئے دعائے خیر کرتی ہیں، یہ چیز اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کی فطرت میں رکھ دی ہے اور جو لوگ انبیاء علیہم السلام کی اس مقدس میراث کو غلط اغراض کے لئے استعمال کریں وہ بدترین مجرم اور خداوندی غضب و عذاب کے مستحق ہیں، اس لئے علم کو حاصل کرتے وقت اپنے اغراض و مقاصد کو بلند رکھیں دنیا کی حقیر چیزوں کا حصول اس کا مقصد نہ بنائیں دنیا جو مقدر میں ہے وہ تو آ کر رہے۔ گی ہمارے اکابر و اسلاف نے حصول علم کو دنیا حاصل کرنا کبھی مقصد نہیں بنایا۔ ہم کو بھی اپنے اکابر و اسلاف کے نقش قدم پر چلنا چاہیے اور خلوص کے ساتھ علم حاصل کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو علم و دین سے نوازے۔ آمین!

وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

☆☆☆

والدین کی خدمت نجات کا ذریعہ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ
وَالْمُرْسَلِينَ، وَعَلٰى اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ اَجْمَعِينَ، اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ
الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. وَبِرَّ اَبَوَالِدَتِيْ وَلَمْ
يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا شَقِيًّا. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

قابل صد احترام معلمات، عزیزہ طالبات، ماؤں اور بہنو! والدین ہی انسان کی ولادت کا اہم اور سبب ظاہری ہیں سبب حقیقی تو ہر چیز میں اللہ رب العزت ہی ہیں چونکہ والدین سبب ظاہری ہیں اور اولاد کے لئے والدین کو بڑی قربانیاں پیش کرنی پڑتی ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے بیشتر مقامات پر جہاں اپنی عبادت کا حکم اور غیروں کی شرکت سے منع فرمایا وہیں اولاد کو والدین کے ساتھ حسن سلوک کا بھی تاکید حکم دیا۔

احادیث نبوی میں بھی جا بجا والدین کی خدمت و اطاعت کو بہت ضروری قرار دیا گیا ہے اور والدین کی اطاعت و فرمانبرداری کرنے والے کو بڑی خوشخبریاں دی گئی ہیں اور ایسے شخص کو دنیا ہی میں اس کا پھل ملنا شروع ہو جاتا ہے اور آخرت

ﷺ دریافت کیا کہ تمہاری ماں حیات ہیں تو انہوں نے عرض کیا حیات ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کے پاس رہوان کی خدمت کرو ان کے قدموں کے نیچے جنت ہے۔ ایک صحابی ہیں حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ ان کی جانکنی کا وقت تھا اور روح پرواز نہیں ہو رہی تھی۔ صحابہ کرام نے خدمت نبوی میں عرض کیا نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور ان کی ماں کو طلب کیا پھر ان سے فرمایا کیا تم علقمہ سے ناراض ہو تو کہنے لگیں ہاں یہ اپنی بیوی کی باتوں میں آ کر میرا خیال نہیں کرتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ انہیں معاف کر دو، انہوں نے کہا کہ میں اس کو نہیں معاف کرتی، تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ لکڑیاں جمع کرو میں علقمہ کو اس میں جلا دوں، تو علقمہ کی ماں نے کہا کیا میرے سامنے میرے بیٹے کو جلائیں گے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جہنم کی آگ اس سے بھی سخت ہے، اگر اس کو معاف نہیں کرو گی تو اسے جہنم کی آگ میں جلنا پڑے گا، یہ سن کر علقمہ رضی اللہ عنہ کی ماں نے معاف کر دیا۔ پھر ان کی روح پرواز کی۔ یہ ہے والدین کا مقام و مرتبہ ان کی اطاعت دخول جنت، اور ان کی نافرمانی دخول نار کا ذریعہ ہے۔ اسلئے ہر وقت والدین کے اشاروں پر چلنا چاہیے کبھی بھی ان کی نافرمانی نہیں کرنی چاہیے ان کو خوش کر کے ان کی دعائیں لیتے رہنا چاہیے اللہ تعالیٰ ہم سب کو والدین کا فرمانبردار بنائے اور ان کی نافرمانی سے ہم سب کو بچائے۔ آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

☆☆☆

مرد کی طرح عورت بھی لائق احترام ہے

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَكَفَى وَسَلَّمَ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ أَمَا بَعْدُ فَأَعُوذُ
بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ. بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ. أَسْكُنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ
سَكَنْتُمْ مِنْ وُجْدِكُمْ وَلَا تَنْصَرُوا وَّهُنَّ لَتَصَيَّقُوا عَلَيْهِنَّ. صَدَقَ اللَّهُ الْعَظِيمُ.

محترمہ صدر معلمہ، عزیزہ طالبات، ماؤں اور بہنو! قرآن کریم اور احادیث نے مرد و عورت کیلئے کچھ حقوق بیان کئے ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ اور عورتوں کیلئے اسی کے مثل حقوق ہیں جس طرح مردوں کے حقوق عورتوں پر ہیں اصول کے مطابق، اور مردوں کیلئے عورتوں پر ایک درجہ زیادہ ہے، یہ مذہب اسلام ہے جس نے مرد و عورت دونوں کیلئے حقوق رواء رکھے اور انکی ادائیگی کیلئے مردوں کو تاکید کی۔

عورت بھی مرد ہی کی طرح لائق احترام اور مکرم ہے۔

● سابقہ ادیان نے عورت کو ملعون و مقہور قرار دے رکھا تھا، اس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ یہ مذاہب آدم علیہ السلام کے جنت سے نکلنے کا ذمہ دار عورت یعنی حوا کو

قراردیتے تھے، اسلام نے اس لعنت کا خاتمہ کیا اور دونوں (آدم علیہ السلام وحواء علیہا السلام) کو جنت سے نکلنے کا ذمہ دار قرار دیا۔ ترجمہ: تو شیطان نے ان دونوں کو اس سے گمراہ کر دیا اور ان کو اس جگہ سے نکلوا دیا جس میں وہ تھے۔ (البقرہ: ۳۶) ان کی توبہ سے متعلق ارشاد فرمایا: ترجمہ ”اے ہمارے رب! ہم (دونوں) نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے اور اگر تو نے ہمیں معاف نہ کیا اور ہم پر رحم نہ کیا تو ہم یقیناً نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔“ (الاعراف: ۲۳) بلکہ بعض مقامات پر تو اس گناہ کی نسبت صرف آدم علیہ السلام کی طرف کی گئی ہے۔ اور آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی تو وہ راہ راست سے ہٹ گیا۔ (الاحزاب: ۳۵)

● نیکی اور تقویٰ کی روش اختیار کرنے پر وہ مرد ہی کی طرح اجر و ثواب کی مستحق ہے اور نتیجتاً جنت میں داخلے کی، اسکے برعکس معصیت کے ارتکاب پر دوزخ اور عذاب کی۔ ارشاد بانی ہے: جس نے بھی نیک کام کئے چاہے وہ مرد ہو یا عورت تو ہم ضرور اسے پاکیزہ زندگی عطا کریں گے اور اسکے عمل کا بہترین بدلہ دیں گے۔ (آئل: ۹۷)

● بچی کی پیدائش پر رنج و افسوس کا اظہار عرب معاشرے میں عام تھا اور صرف عرب معاشرہ ہی کیا آج بھی مختلف اقوام میں لڑکی کی پیدائش کو باعث عار سمجھا جاتا ہے۔ چاہے وہ ہندوستانی معاشرہ ہو یا آزاد خیال مغربی معاشرہ۔ بچیاں آج بھی باعث ننگ و عار سمجھی جاتی ہیں، فرق صرف اتنا ہے کہ اہل عرب اس کو زندہ درگور کر دیتے تھے، اور آج اس کو پیدائش سے قبل ہی ختم کر دیا جاتا ہے یا اگر غلطی سے پیدا ہو بھی جائے تو اسے گلا گھونٹ کر مار دینے، چلتی پھرتی ٹرین سے پھینک دینے اور اس طرح کے ہزاروں انسانیت کو شرم سار کر دینے والے واقعات آئے دن اخبارات اور دوسرے ذرائع ابلاغ کے ذریعہ سامنے آتے رہتے ہیں، قرآن نے بچی کو زندہ درگور کرنا حرام قرار دیا اور جا بجا اس شنيع عمل کی مذمت کی۔

ارشاد بانی ہے اور جب زندہ درگور کی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے کہ اسے کس جرم میں قتل کیا گیا۔ (التوبہ: ۹) بغیر علم یقیناً بڑے نقصان میں ہیں وہ لوگ جنہوں نے اپنی اولاد کو بغیر علم کے محض بیوقوفی کی بنیاد پر قتل کیا۔ (الانعام: ۱۴۹)

● مرد کی طرح عورت کو بھی علم حاصل کرنے پر ابھارا۔ **طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ**۔ علم حاصل کرنا مسلمان پر فرض ہے (رواہ بیہقی) یہ حدیث ”مسلمتہ“ کے لفظ کی زیادتی کیساتھ معاشرے میں روپا لگتی ہے جو کہ صحیح نہیں ہے۔ مسلم، سے مراد مرد اور عورت دونوں ہی ہیں۔

● شوہر اور بیوی کے حقوق مقرر کئے اور اس طرح خاندانی ڈھانچہ کو مضبوط کیا۔ ارشاد بانی ہے ”اور ان کے بھی مردوں پر ویسے ہی حقوق ہیں جیسے مردوں کے ان پر اور مردوں کو ان پر ایک درجہ فوقیت حاصل ہے“۔ (البقرہ: ۲۲۸)

اس کا یہ مطلب نہیں کہ عورت مرد کے مقابلے میں حقیر یا کمتر ہے، بلکہ خاندان کی سرپرستی اور قومیت فطرت انسانی اور کائنات تقاضوں کے عین مطابق ہے جس طرح گاؤں میں سر پنچ ہوتا ہے، ایک گاؤں میں دوسرے پنچ نہیں ہو سکتے اسی طرح مرد و عورت اور گھر کے دیگر افراد ہیں ان لوگوں کی نگرانی اور دیکھ ریکھ کے لئے مرد کو ذمہ دار ٹھہرایا گیا تو ام اور حاکم ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ عورتوں پر صرف حکم ہی چلاتا پھرے بلکہ عورت کی ضروریات کا پورا پورا خیال رکھے اور عورت کے ساتھ ایک دوستانہ زندگی گزارے اور عورت کو کبھی بھی خادم تصور نہ کرے اور عورت بھی شوہر کی عزت و احترام کرے اس کی اطاعت و فرمانبرداری میں کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھے۔

عورتوں کے بھی حقوق ہیں

حیۃ الوداع کے موقع پر حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا لوگو! اپنی بیویوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو تم نے ان کو اللہ کی امان کے ساتھ اپنے عقد میں لیا ہے

اور اسی اللہ کے کلمہ اور حکم سے وہ تمہارے لئے حلال ہوئی ہیں، تمہارا ان پر یہ حق ہے کہ جس کا گھر میں آنا اور تمہارے بستروں پر بیٹھنا تمہیں ناپسند ہو وہ اس کو آ کر وہاں بیٹھنے کا موقع نہ دیں اگر وہ ایسی غلطی کریں تو ان کو تنبیہ و تادیب کے طور پر تم سزا دے سکتے ہو جو زیادہ سخت نہ ہو، اور تمہارے ذمہ مناسب طریقے پر ان کے کھانے کپڑے کا بندوبست کرنا ہے۔ عالم نسوانیت پر جتنا احسان پیغمبر اسلام ﷺ نے کیا اتنا کسی اور نے نہیں کیا مردوں کو بڑی تاکید کے ساتھ حکم دیا گیا کہ اپنی بیویوں کے ساتھ حسن سلوک کا برتاؤ کرو۔ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ قرآن کریم نے صاف بیان کیا۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرْتَابُوا النِّسَاءَ كَرَاهًا۔ اے ایمان والو! تمہارے لئے جائز نہیں کہ عورتوں کے زبردستی وارث بن جاؤ۔ زمانہ جاہلیت میں بہت سی غلط رسمیں رائج تھیں اسلام نے ان سب کا ازالہ فرمادیا عورتوں کو میراث میں سے حصہ دیا ان کو اپنی مرضی کا نکاح کرنے کا اختیار دیا حتیٰ کہ اگر نکاح کے بعد زوجین میں ناچاقی چل رہی ہے اور صلح و صفائی کی کوئی شکل نہیں بن پارہی ہے تو عورت کو خلع کرانیکا بھی اختیار حاصل ہے مرد کیلئے مہر کی ادائیگی کو لازم اور ضروری قرار دیا غرضیکہ اسلام نے عورتوں کو اتنے حقوق دیئے کہ زمانہ جاہلیت کی خواتین اتنا تصور بھی نہیں کر سکتی تھیں اب مردوں کے ذمہ لازم اور ضروری ہے کہ ان حقوق کو اسلامی اصول و ضوابط کے مطابق بجالائیں۔

اللہ تعالیٰ مسلم معاشرے کو ہر طرح کی برائیوں سے بچا کر اسلامی طرز پر زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

☆☆☆

صلہ رحمی کی برکتیں

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْأَنْبِيَاءِ
وَالْمُرْسَلِينَ، وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ، أَمَا بَعْدُ! فَأَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ
الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ. بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ. وَإِذَا خَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي
إِسْرَائِيلَ لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ
وَالْمَسْكِينِ وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا. صَدَقَ اللَّهُ الْعَظِيمُ.

محترمہ صدر معلمہ، عزیزہ طالبات، ماؤں اور بہنو! بلا کسی تمہید کے یہ بات عرض کر رہی ہوں کہ احادیث میں نبی کریم ﷺ نے صلہ رحمی کی بڑی فضیلتیں ارشاد فرمائی ہیں آپ کے سامنے صلہ رحمی کرنے سے متعلق چند احادیث پیش کرنا چاہتی ہوں دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے صحیح صحیح کہنے اور ہم سب کو اس کہی ہوئی بات پر عمل کرنیکی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

ہمارے حضرت محمد ﷺ نے فرمایا ہے کہ • صلہ رحمی سے محبت بڑھتی ہے۔

• مال بڑھتا ہے۔ • عمر بڑھتی ہے۔ • رزق میں کشائش ہوتی ہے۔ • آدمی

بری موت نہیں مرتا۔ • اس کے مصیبتیں اور آفتیں ٹلتی رہتی ہیں۔ • ملک کی آبادی

اور سرسبزی بڑھتی ہے۔ ● گناہ معاف کئے جاتے ہیں۔ ● نیکیاں قبول کی جاتی ہیں۔ ● جنت میں جانے کا استحقاق حاصل ہوتا ہے۔ ● صلہ رحمی کرنے والے سے خدا اپنا رشتہ جوڑتا ہے۔ ● جس قوم میں صلہ رحمی کرنے والے ہوتے ہیں، اس قوم پر خدا کی رحمت نازل ہوتی ہے۔

احادیث صحیحہ سے اس کا ثبوت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ: ● تم اپنے نسبوں کو سیکھو تا کہ اپنے رشتہ داروں کو پہچان کر ان سے صلہ رحمی کر سکو۔ فرمایا کہ صلہ رحمی کرنے سے محبت بڑھتی ہے، مال بڑھتا ہے اور موت کا وقت پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ (ترمذی)

● جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کے رزق میں کشائش ہو اور اس کی عمر بڑھ جائے تو اس کو چاہیے کہ وہ اپنے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرے۔ (بخاری و مسلم)

● جو چاہتا ہو کہ اس کی عمر بڑھے اور اس کے رزق میں کشائش ہو اور وہ بری موت نہ مرے تو اس کو لازم ہے کہ وہ خدا سے ڈرتا رہے اور اپنے رشتہ ناطے والوں سے حسن سلوک کرتا رہے۔ (ترغیب و ترہیب)

● جو شخص صدقہ دیتا رہتا ہے اور اپنے رشتہ ناطے والوں سے حسن سلوک کرتا رہتا ہے، اس کی عمر کو خدا دراز کرتا ہے اور اس کو بری طرح مرنے سے بچاتا ہے اور اس کی مصیبتوں اور آفتوں کو دور کرتا رہتا ہے۔ (ترغیب و ترہیب)

● رحم خدا کی رحمت کی ایک شاخ ہے، اس سے خدا نے فرما دیا ہے کہ جو تجھ سے رشتہ جوڑے گا اس سے میں بھی رشتہ ملاؤں گا اور جو تیرے رشتہ کو توڑ دے گا میں بھی توڑ دوں گا۔ (بخاری)

● فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اس قوم پر نازل نہیں ہوتی جس میں ایسا شخص موجود ہو جو اپنے رشتہ ناطوں کو توڑتا ہو۔ (شعب الایمان تہذیبی)

● بغاوت اور قطع رحم سے بڑھ کر کوئی گناہ اس کا مستوجب نہیں کہ اس کی سزا دنیا ہی میں فوراً دی جائے اور آخرت میں بھی اس پر عذاب ہو۔ (ترمذی و ابوداؤد)

● فرمایا کہ جنت میں وہ شخص گھسنے نہ پائے گا جو اپنے رشتے ناطوں کو توڑتا ہو۔ (بخاری و مسلم) ● ہمارے حضرت محمد ﷺ کہیں تشریف لیے جاتے تھے راستہ میں

ایک اعرابی نے آ کر آپ ﷺ کی اونٹنی کی ٹیکل پکڑ لی کہا کہ یا رسول اللہ! مجھ کو ایسی بات بتائیے جس سے جنت ملے اور دوزخ سے نجات ہو، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو ایک خدا کی عبادت کر، اور اسکے ساتھ شریک مت کر، نماز پڑھ، زکوٰۃ دے، اور اپنے رشتے ناطے والوں سے حسن سلوک کرتا رہ، جب وہ چلا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ اگر میرے حکم کی تعمیل کرے گا تو اس کو جنت ملے گی۔ (بخاری و مسلم)

● حضرت محمد ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم سے ملک کو آباد فرماتا ہے اور اس کو دولت مند کرتا ہے اور کبھی دشمنی کی نظر سے ان کو نہیں دیکھتا، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اس قوم پر اتنی مہربانی کیوں ہوتی ہے؟ فرمایا کہ رشتہ ناطے والوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے سے ان کو یہ مرتبہ ملتا ہے۔ (ترغیب و ترہیب)

● فرمایا کہ جو شخص نرم مزاج ہوتا ہے اس کو دنیا و آخرت کی خوبیاں ملتی ہیں، اور اپنے رشتہ ناطے والوں سے حسن سلوک کرنے اور پڑوسیوں سے میل جول رکھنے اور عام طور پر لوگوں سے خوش خلقی برتنے سے ملک سرسبز اور آباد ہوتے ہیں اور ایسا کرنے والوں کی عمریں بڑھتی ہیں۔ (ترغیب و ترہیب)

● ایک شخص نے آ کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھ سے ایک بڑا گناہ ہو گیا ہے، میری توبہ کیوں کر قبول ہو سکتی ہے؟ آپ ﷺ نے پوچھا کہ تیری ماں زندہ ہے؟ اس نے کہا نہیں، فرمایا کہ خالہ؟ اس نے کہا جی ہاں! فرمایا کہ تو اس کے ساتھ حسن سلوک کر۔ (ترغیب و ترہیب)

● ایک بار حضرت محمد ﷺ نے جمع میں یہ فرمایا کہ جو رشتہ داری کا پاس و لحاظ نہ کرتا ہو، وہ ہمارے پاس نہ بیٹھے، یہ سن کر ایک شخص اس مجمع سے اٹھا، اور اپنی خالہ کے گھر گیا جس سے کچھ بگاڑ تھا، وہاں جا کر اس نے اپنی خالہ سے معذرت کی اور قصور معاف کرایا، پھر آ کر دربار نبوت میں شریک ہو گیا۔ جب وہ واپس آ گیا تو سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ اس قوم پر خدا کی رحمت نہیں نازل ہوتی جس میں ایسا شخص موجود ہو جو اپنے رشتہ داروں سے بگاڑ رکھتا ہو۔ (ترغیب و ترہیب)

● فرمایا کہ ہر جمعہ کی رات میں تمام آدمیوں کے عمل اور عبادتیں خدا کی درگاہ میں پیش ہوتی ہیں، جو شخص اپنے رشتہ داروں سے بدسلوکی کرتا ہے اس کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا۔ (ترغیب و ترہیب)

کسی مسلمان سے تین دن سے زیادہ قطع تعلق جائز نہیں

ایک طرف یہ احادیث ہیں، دوسری طرف رشتہ داروں کے ساتھ ہمارے تعلقات، معمولی معمولی باتوں پر تعلقات توڑ لیتے ہیں، اور پھر زندگی بھر اسکے جوڑنے کی فکر نہیں ہوتی اور اسی حالت میں دنیا سے چلے جاتے ہیں حالانکہ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں۔ لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ کسی مسلمان کیلئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ قطع تعلق رکھے۔ خصوصاً شادیوں کے موقع پر دیکھنے میں آتا ہے کہ کسی معمولی رنجش کیوجہ سے جو سالوں پہلے ہوئی تھی شادی میں شرکت نہیں کرتے ہیں ایسے ہی بعض دفعہ شادی کا مسئلہ لیکر تعلقات خراب کر لیتے ہیں پہلے سے یہ ذہن میں بٹھا لیتے ہیں کہ میں اپنی لڑکی کی شادی میں فلاں رشتہ دار سے کرونگی اور بعد میں جب لڑکا یا اسکے گھر والے کسی وجہ سے انکار کر دیتے ہیں تو اس کے تعلقات اتنے خراب ہوتے ہیں

کہ دونوں فریق دنیا سے چلے جاتے ہیں مگر بات چیت کی نوبت نہیں آتی اور اس طرح گناہوں کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اپنے دل کو کشادہ رکھیں اور تحمل و برداشت کی صفت اپنے اندر پیدا کریں اور اگر تعلقات خراب ہو جائیں تو منت و سماجت کر کے پھر سے قائم کر لیں، اور ملامت کرنیوالوں کی ملامت کی پروا ہرگز نہ کریں اسی میں ہمارے لئے خیر و عافیت ہے اور آخرت میں اجر عظیم ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو صلہ رحمی کرنیکی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اِنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ



کیا اعلیٰ تعلیم عورتوں کیلئے ضروری ہے؟

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْأَنْبِيَاءِ
وَالْمُرْسَلِينَ، وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ، آمَّا بَعْدُ! فَأَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ
الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ. بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ. الرَّحِيمِ أَقْرَأُ بِاسْمِ
رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ أَقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ الَّذِي
عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ. صَدَقَ اللَّهُ الْعَظِيمُ.

قابل صدا احترام معلمات، عزیزہ طالبات، ماؤں اور بہنو! انسان کی ترقی علم
کے ذریعہ ہی ہو سکتی ہے، دنیوی علم دنیوی ترقی کا ذریعہ اور سبب بن سکتا ہے اور دینی
اخروی ترقی اور دنیا میں عزت و سر بلندی کا ذریعہ ہے۔ موجودہ دور میں اسلامی تعلیم
و تربیت اور اسلامی تہذیب و تمدن بہت ہی ضروری ہے۔ دشمنان اسلام نت نئے
طریقے سے اسلام پر یلغار کر رہے ہیں، فیشن کے نام پر سنتوں کو پامال کر نیکی کوشش
کر رہے ہیں، اسکول و کالج میں مسلم بچوں کے ذہن میں اسلام مخالف نظریات
و عقائد بڑی ملح سازی کے ساتھ داخل کر رہے ہیں، ایسے وقت میں آنے والی نسلوں
کے ایمان و عقیدے کی حفاظت از حد ضروری ہے۔ بچے ایک طویل عرصہ تک صرف

ماں کی گود میں تربیت پاتے ہیں۔ اسلئے ماؤں کا تعلیم یافتہ ہونا اور اسلامی نظریات
و عقائد کا صحیح علم ہونا ناگزیر ہے۔ ماں کی جیسی تربیت ہوگی بچے اسی طرح تربیت
یافتہ ہونگے۔ بچے ماں کے اثرات بہت جلد قبول کرتے ہیں۔ بزرگوں کی سیرتوں
سے یہی پتہ چلتا ہے کہ انکی تعلیم و تربیت میں ماں کا خاص رول رہا ہے۔ عورت کی صحیح
تربیت ہونے کی وجہ سے پورے خاندان و معاشرے کی اصلاح ہو سکتی ہے اور ماں کی
تربیت نہ ہونے کی وجہ سے یا اسکے غلط رویہ کی وجہ سے پورے خاندان و معاشرے
میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ
عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے یعنی دین کی اہم اور ضروری
معلومات ہر ایک مسلمان پر خواہ وہ مرد ہو یا عورت فرض اور ضروری ہے۔ دور
صحابیات میں بہت سی خواتین علوم دینیہ کے اندر عبور رکھتی تھیں، قرآن کریم اور
احادیث کی عالمہ تھیں، اور صحابہ کرام بھی علمی مسائل میں بعض صحابیات سے رجوع
کیا کرتے تھے اور بعد کی خواتین میں بھی بڑی بڑی عالمہ، محدثہ، ادیبہ، شاعرہ اور فقیہہ
پیدا ہوئیں لیکن بہر حال خواتین کو پڑھانے والے عموماً ان کے محرم رشتہ دار ہی ہو
ا کرتے تھے یا شوہر اپنی بیوی کو پڑھایا کرتے تھے۔ باقاعدہ طور پر دارالافتاء کا نظم
جیسا آج کل ہے ایسی نظیر تو نہیں ملتی لیکن یہ بھی ایک مستحسن قدم ہے۔ قوم کی بچیاں
دینی تعلیم حاصل کریں اور معاشرے کے اندر اصلاح و درستگی کا کام کریں۔

تاریخی خواتین

خواتین کے لئے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا ضروری نہیں ہے۔ نہ فرض کفایہ ہے،
اس لیے کہ اسلام نے معاشرہ میں جو کام عورت کے سپرد کیا ہے اس کی بجا آوری
میں اعلیٰ تعلیم چنداں مفید نہیں: اس لیے مسلمان معاشرہ میں خواتین کی اکثریت

درجہ ثانوی کے بعد اپنی تعلیم ختم کر دیتی تھی، دینی کتب کا مطالعہ البتہ بعد میں بھی جاری رہتا تھا، اس لیے خواتین کی اعلیٰ تعلیم کے مدارس کا عالم اسلام میں کہیں پتہ نہیں چلتا، لیکن اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ اعلیٰ تعلیم کا حاصل کرنا عورتوں کے لیے شجر ممنوعہ ہے۔ معاشرہ کے اونچے طبقات کی خواتین اکثر اعلیٰ تعلیم حاصل کرتی رہی ہیں۔ عربی فارسی کی فاضلہ، علوم و فنون کی ماہرہ ہوتی رہی ہیں۔ مغل حکمران، دیگر امراء اور نوابین کی مستورات ہمیشہ اعلیٰ تعلیم حاصل کرتی تھیں۔ ان میں عالمہ، ادیبہ، شاعرہ، علم نجوم کی ماہر، صوفیہ، تصنیف و تالیف سے شغف رکھنے والی خواتین پائی جاتی تھیں۔ طبقہ متوسط کی خواتین بھی اعلیٰ تعلیم حاصل کرتی رہی ہیں، مگر بہر کیف ان کی تعداد بہت قلیل ہوتی تھی۔

(۱) **علم حدیث:** بعض خواتین جو عربی جانتی تھیں وہ حسب روایت سرسید احمد خان اشعۃ اللمعات ترجمہ فارسی مشکوٰۃ از شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا مطالعہ کرتی تھیں۔ مولانا شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بیوہ بہن کو مشکوٰۃ شریف پڑھائی تھی۔ محمد بشیر سہوانی محدث کی لڑکی بھی محدث تھی۔

(۲) **تصوف:** بعض خواتین فواد الفواد، ملفوظات نظام الدین محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ اور مثنوی مولانا روز پڑھتی تھیں، جہاں آرا بیگم دختر شاہ جہاں بادشاہ نے تو صوفیاء کے حالات میں ”مونس الارواح“ کتاب تالیف کی تھی، جس طرح اس کے بھائی شہزادہ داراشکوہ نے صوفیاء کے حالات میں ”سفینۃ الاولیاء“ اور ”سکینۃ الاولیاء“ تالیف کی تھیں۔ (۳) **فقہ:** مولوی عبدالاحد، مالک مطبع مجتہائی کی لڑکیاں عالمہ اور شاعرہ تھیں: شروانی خاندان کی خواتین اکثر عالمہ فاضلہ تھیں۔

(۴) **عربی زبان:** نواب عماد الملک بلگرامی کی بیٹی چچا کو عربی زبان میں خط تحریر کرتی تھی۔ وہ انگریزی زبان بھی جانتی تھی، نواب منزل اللہ خان کی لڑکی

عربی زبان کی شاعرہ تھی (۵) **تاریخ:** بروایت سرسید احمد خان، ایک لڑکی کم از کم ”ترکیہ جہانگیری“ پڑھتی تھی۔

(۶) **منطق:** شرف الملک نواب غوث محمد خاں، وزیر اعظم کرناٹک نے منطق اپنی والدہ سے پڑھی تھی۔

(۷) **خوش نویسی:** کتنی ہی عورتیں خوشنویسی سیکھتی تھیں، مطبع کی ایجاد کے بعد بعض کا پی نویسی سے روزی کماتی تھیں۔ آج بھی کراچی میں انوری بیگم ایک کاتبہ ہے۔ (۸) **طب:** حکیم عبدالجید خان دہلوی کی لڑکیاں طبیبہ تھیں، اور باقاعدہ علاج کرتی تھیں۔

(۹) **فنون حرب:** شاہی خاندان کی خواتین فنون حرب کی تعلیم بھی حاصل کرتی تھیں۔ ہمایوں بادشاہ جب تنہا بلوچستان کے راستے ایران جا رہا تھا تو اس کی بہن گلبدن بیگم مسلح اس کے ہمراہ تھی۔ نواب زینت محل بیگم بہادر شاہ ظفر کی جنگ آزادی میں ایک کمپنی کا کمان دار تھی۔

(۱۰) **دفتری امور کی مہارت:** نواب سکندر جہاں بیگم بھوپال نے فارس کی درسی کتابیں ”دفتر ابوالفضل“ تک پڑھی تھیں۔ فن حساب اور ہندسہ از بر تھا، حد درجہ شکستہ خط بھی آسانی سے پڑھ لیتی تھیں۔ مقاصد کی باریکی ادنیٰ غورو تامل سے معلوم کر لیتی تھیں۔

(۱۱) **ہمہ جہت فاضلہ خاتون:** نواب شاہ جہاں بیگم بھوپال کے سفر کلکتہ کے موقع پر ایک خاتون کی درخواست پیش ہوئی تھی۔ اس نے اپنا تعارف ان الفاظ میں کرایا تھا: ”وطن میرا اجڑا شہر دہلی ہے۔ فدویہ کو علم فارسی، انگریزی، فن شاعری کے علاوہ اور صناعات کے جو اور عورات شہروں کی جانتی ہیں، مہارت تام ہے۔ حافظ محمد امیر پنچہ کش دہلوی سے خوش نویسی حاصل کی اور حضرت

بہادر شاہ سے خطاب ”نادر رقم“ کا بھی عطا ہوا۔ تحریر مقدمات بھی مثل منشیوں کے کر سکتی ہے۔ اور علاج امراض خصوصاً معالجہ عورات میں مداخلت کلی ہے۔

(۱۲) اردو ادب : مشہور صاحب طرز ادیب مولانا محمد حسین آزاد کی

لڑکی بڑی فاضلہ اور ادیبہ تھی۔ آزاد لکھتے ہیں کہ میری کوئی کتاب ایسی نہیں ہے جس پر نظر ثانی میری لڑکی نے نہ کی ہو۔ اس سے اسکی علمی قابلیت کا اندازہ ہو جاتا ہے۔

(۱۳) اشاعت علم: اشاعت علم اور قیام مدارس سے بھی خواتین کو

بہت دلچسپی تھی ”مدرسہ ماہم انگلہ“ اکبر بادشاہ کی دایہ کی یادگار ہے، بہار میں فاطمہ صغریٰ بیگم نے ایک بہت بڑی جائداد وقف کی جو ”صغریٰ وقف اسٹیٹ“ کہلاتی ہے۔ کلکتہ کی ایک قابل خاتون صولت النساء بیگم نے مولانا رحمت اللہ مہاجر کی خدمت میں تیس ہزار روپیوں کی خطیر رقم پیش کی جس سے انہوں نے حرم شریف میں ”مدرسہ صولتیہ“ (۱۸۷۴ء) قائم کیا جو الحمد للہ آج تک قائم ہے۔

مدرسہ نسواں کی افادیت

مفکر اسلام مولانا ابوالحسن علی میاں ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی ہمیشہ امۃ اللہ تسنیم جنہوں نے علامہ نووی کی کتاب ریاض الصالحین کا اردو میں بڑا سلیس ترجمہ کیا جو سعودی حکومت شائع کر رہی ہے اور یہ خود بہت بڑی شاعرہ بھی تھیں اور تسنیم انکا تخلص ہے آج مسلمان دنیوی علم حاصل کرنے کیلئے اپنی لڑکیوں کو اسکولوں اور کالجوں میں خطیر رقم خرچ کر کے بھیج رہے ہیں جہاں سینکڑوں قسم کی بڑائیاں پائی جاتی ہیں اور بسا اوقات بڑے ہی ناگفتہ بہ حالات پیش آجاتے ہیں۔ الحمد للہ لڑکیوں کے جو مدارس ہیں وہاں سخت پابندیاں ہوتی ہیں، حجاب و پردے کا پورا پورا لحاظ کیا جاتا ہے، جہاں جا کر لڑکیوں کی زندگیاں سنورتی ہیں، دین کا علم حاصل کرنے کے بعد جب یہ اپنے

معاشرے میں جائیں گی تو ظاہری بات ہے اپنی اولاد کو بھی دین کی تعلیم سے آراستہ کریں گی، خاندان کے لوگوں کی اصلاح و درستگی کا فریضہ بھی انجام دیں گی، اور قوم کی معصوم بچیاں جو اسکول میں جا کر غیروں کے تہذیب تمدن سے متاثر ہو کر آتی ہیں ان کو اسلامی تہذیب و تمدن کا درس دیں گی اور انکے ایمان و اسلام کے تحفظ و بقا کا ذریعہ بنیں گی، آج اسکولوں اور کالجوں میں بڑی ملمع سازی کے ساتھ ایمان چھیننے کی کوشش کی جا رہی ہے انگریزی تعلیم حاصل کرنیوالی کتنی ایسی لڑکیاں ہیں جن کو کلمہ بھی یاد نہیں انکی فکر کون کرے ذمہ داری گھر والوں کی ہوتی ہے! مگر اس ذمہ داری کو نبھانے والی یہی طالبات ہونگی جو مدرسوں میں آکر قرآن و احادیث کی تعلیم حاصل کرتی ہیں اس معنی کر لڑکیوں کیلئے مدارس کا قیام قوم کیلئے بہت سود مند ہے۔

وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ



دوزخیوں کا کھانا اور پینا

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَكَفَى وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ أَمَا بَعْدُ
فَأَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ تَسْقَىٰ مِنْ
عَيْنٍ آتِيَةٍ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ إِلَّا مِنْ ضَرِيحٍ لَا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِي مِنْ جُوعٍ.
صَدَقَ اللَّهُ الْعَظِيمُ.

محترمہ صدر معلمہ، مشفق و مہربان معلمات، عزیزہ طالبات، بزرگ ماؤں اور پیاری بہنو! میری تقریر کا موضوع ہے ”دوزخیوں کا کھانا اور پینا“ قرآن وحدیث میں دوزخیوں کے کھانے پینے کو بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے تاکہ انسان ان عذاب سے ڈر کر اللہ کی فرمانبرداری کرے اور جہنم سے بچنے کی ہر وقت فکر کرے۔ جہنم کا عذاب یقیناً بڑا ہی سخت ہے اسکو سن کر جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں ہم تو دنیا کی معمولی سی گرمی اور سردی برداشت نہیں کر پاتے اور اسکو دور کرنے کیلئے پکھے اور کولر وغیرہ کا استعمال کرتے ہیں اور ٹھنڈک کو دور کرنے کیلئے ہیٹر اور دیگر آلات کا استعمال کرتے ہیں پھر آخرت کی گرمی اور سردی کو کیسے برداشت کر سکیں گے۔ دنیا کے اندر ہم عمدہ سے عمدہ رزق کھاتے ہیں، معمولی اور سادہ کھانا ہم سے

نہیں کھایا جاتا، پھر آخرت میں دوزخیوں کو ملنے والا کھانا ہم کیسے کھا سکتے ہیں، اسلئے ہر ہمیشہ ہم کو عذاب آخرت کی فکر رکھنی چاہیے اور اس سے پناہ مانگنی چاہیے۔

ضریح یعنی آگ کے کانٹے

تُسْقَىٰ مِنْ عَيْنٍ آتِيَةٍ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ إِلَّا مِنْ ضَرِيحٍ لَا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِي مِنْ جُوعٍ ”دوزخیوں کو کھولتے ہوئے چشمے کا پانی ملے گا اور سوائے جھاڑ کانٹوں والے کھانے کے ان کے لئے کچھ کھانا نہ ہوگا جو نہ طاقت دے گا نہ بھوک دور کرے گا“ صاحب مرقاۃ لکھتے ہیں کہ ضریح حجاز میں ایک کانٹے دار درخت کا نام ہے جس کی خباثت کی وجہ سے جانور بھی پاس نہیں پھٹکتے، اگر جانور اس کو کھالے تو مرجائے، پھر لکھتے ہیں، یہاں ضریح سے آگ کے کانٹے مراد ہیں جو ایلوے سے کڑوے، مردہ سے زیادہ بدبودار اور آگ سے زیادہ گرم ہوں گے اور جن کو بہت زیادہ کھانے کے بعد بھی بھوک دور نہ ہوگی۔

غسلین زخموں کا دھوون

فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هَهُنًا حَمِيمٌ وَلَا طَعَامٌ إِلَّا مِنْ غَسْلِينَ لَا يَأْكُلُهُ إِلَّا الْخَاطِئُونَ (حادثہ) آج اس کا کوئی دوست نہیں اور نہ کچھ کھانے کو ہی ہے سوائے زخموں کے دھوون کے جسے صرف گنہگار کھاتے ہیں۔

زقوم (سینڈھ) إِنَّ شَجَرَةَ الزَّقُومِ طَعَامُ الْآثِمِينَ. كَأَمْهَلِ يَعْلَىٰ فِي الْبُطُونِ كَعَلَى الْحَمِيمِ. (دخان) ثُمَّ إِنَّكُمْ أَيُّهَا الضَّالُّونَ الْمُكَذِّبُونَ لَا تَكُلُونَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُومٍ فَمَا لُؤُنَ مِنْهَا الْبُطُونُ فَشَرِبُوا مِنْهُ فَمِنْ شَرِبٍ هَذَا نَزَلَتْ لَهُمْ يَوْمَ الدِّينِ. (واقف) بے شک گنہگار کی غذا پکھلے ہوئے تانبے جیسا

سب سے زیادہ تکلیف میں اور دکھ میں گذری ہوگی اور اسکو ایک غوطہ جنت میں دیا جائیگا یعنی جنت کی فضاؤں اور ہواؤں میں پہنچا کر فوراً نکال لیا جائیگا اور اس سے کہا جائیگا کہ آدم کے فرزند کیا کبھی تو نے کوئی دکھ دیکھا ہے، اور کیا تجھ پر کوئی دور شدت اور تکلیف کا گذرا ہے، تو وہ کہے گا نہیں، خدا کی قسم اے میرے پروردگار مجھ پر کبھی کوئی تکلیف نہیں گذری اور میں نے کبھی کسی تکلیف کو نہیں دیکھا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنت بڑے ہی آرام کی جگہ ہے ایسا راحت و آرام کہ جس کا انسان تصور اور وہم و گمان بھی نہیں کر سکتا۔ ایسے ہی دوزخ بھی ایسی تکلیف کی جگہ ہے کہ ساری زندگی کا عیش و آرام ایک پل میں بھلا دے گی اسلئے ہر وقت اللہ تعالیٰ سے جہنم سے پناہ مانگنا چاہئے اور جنت کا سوال کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو جنت میں داخل فرمائے اور جہنم سے محفوظ رکھے۔ آمین!

وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

☆☆☆

اسلام میں انسانی خدمت کی اہمیت

الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ كَفَى وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. لَيْسَ الْبِرُّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهُكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيِّنَ وَ اٰتٰى الْمَالَ عَلٰی حُبِّهِ ذَوٰى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسْكِيْنَ وَ اٰتٰى السَّبِيْلَ وَالسَّآئِلِيْنَ وَ فِى الرِّقَابِ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتٰى الزَّكٰوةَ وَ الْمُؤْفُوْنَ بَعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَ الصَّبْرِيْنَ فِى الْبٰسَآءِ وَ الضَّرَآءِ وَ حِيْنَ الْبَآسِ اُوْلٰئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَاُوْلٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

شرکاء جلسہ، محترمہ معلمات اور عزیزہ طالبات، خواتین اسلام، ماؤں اور بہنوں! اسلام میں انسانی خدمت کی بڑی اہمیت ہے، بلکہ انسان تو اشرف المخلوقات ہے جانوروں کی دیکھ رکھ کی بھی اہمیت و فضیلت وارد ہوئی ہے حدیث میں بعض ایسے بھی واقعات ملتے ہیں کہ تباہی کو جس کو بخش جانور تصور کیا جاتا ہے ایک فاحشہ عورت نے اسکو پانی پلا دیا تو اسکی بخشش ہوگئی اور ایک شخص نے راستہ سے ایک ایسی ٹہنی کاٹ دی جس سے لوگوں کو تکلیف پہنچتی تھی تو اس معمولی سی خدمت کی وجہ سے اسکی بخشش ہوگئی۔

اسلام ایک سچا قانون اور دین رحمت ہے، جس کے پاکیزہ آنچل میں کسی طرح کی برائی کا شائبہ نہیں ہے، دین اسلام کی جملہ تعلیمات سے واضح ہوتا ہے کہ بے کسوں، مجبوروں، اور ناداروں کی دیکھ رکھ اور نگرانی کے ساتھ ساتھ ان کی زندگی کے تمام مسائل و مشکلات کا بہترین حل اور مناسب علاج پیش کیا ہے، چونکہ اسلام کا مزاج ہے انسانی اور سماجی خدمت کا بار اٹھانا، اسلام نے جہاں اپنے ماننے والوں کو مساوات، عدل اور احسان کے زیور سے مزین کیا ہے، وہیں اغیاروں اعداء کو بھی ان زریں اور تابندہ اصولوں سے مستفیض کیا ہے، ذات پات، رنگ و نسل اور دین و مذہب کا فرق کئے بغیر تمام انسانوں کی صحیح سمت رہنمائی فرمائی ہے، معاشرے کے دبے کچلے اور پسماندہ افراد کی معاونت کے رہنما اصول مرتب کئے ہیں تاکہ ایک مثالی اور صحت مند معاشرہ کا قیام عمل میں آئے جس میں زندگی کی سب سے کامل اور محفوظ و مامون تصویریں جلوہ گر ہوں اور یہ اس وقت ممکن ہے جب ہم معاشرہ کے فقراء، غرباء اور ناداروں کی کفالت اور دادرسی کا بیڑا اٹھائیں گے۔ کیوں کہ اسلام نے زندگی کے کسی بھی پہلو کو تشنہ نہیں رکھا ہے، چاہے وہ عقائد، عبادات، معاملات، معاشرات اور اخلاقیات ہوں، یعنی ایک طرف وہ مخلوق کا تعلق خالق سے جوڑتا ہے تو دوسری طرف خود انسانوں کے درمیان روابط کی راہیں ہموار کرتا ہے، ایک دوسرے کے برادرانہ تعلقات قائم کرنے کی اپیل کرتا ہے۔

اصل نیکی یہ ہے

اگر ہم ظہور اسلام سے قبل حالات کا پچشم تصور مشاہدہ کریں تو پتہ چلتا ہے کہ پوی دنیا بالخصوص سرزمین مکہ تمام طرح کی بدعنوانیوں اور ناہمواریوں کی پر خار جھاڑیوں میں پھنسی ہوئی تھی۔ طاقتور کمزوروں کا حق دبا رہے تھے، انسانیت اپنے

جائز مطالبات کے لئے چیخ رہی تھی، مگر کوئی خیر خواہی کے لئے تیار نہ تھا وہاں سماجی ادارے تو تھے مگر خود ساختہ اصولوں کے اسیر تھے اور انسانیت نوازی سے کوسوں دور تھے۔ اسلام نے ان برائیوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا اور سماجی خدمت کا احساس دلایا، ارشاد ہے۔ نیکی یہی نہیں ہے کہ منہ پھیر لو اپنا مشرق کی جانب یا مغرب کی جانب لیکن بڑی نیکی تو یہ ہے کہ جو کوئی ایمان لائے اللہ پر اور قیامت کے دن پرفرشتوں پر اور سب کتابوں پر اور پیغمبروں پر اور دے مال اس کی محبت پر رشتے داروں کو اور یتیموں کو اور محتاجوں کو اور مسافروں اور مانگنے والوں کو اور گردن چھڑانے میں اور قائم رکھے نماز اور دیا کرے زکوٰۃ اور پورا کریں اپنے عہد کو جب عہد کریں اور صبر کرنے والے ہیں سختی میں اور پریشانی میں اور لڑائی کے وقت یہی لوگ ہیں سچے اور یہی لوگ ہیں پرہیزگار۔ (سورہ بقرہ ۱۷۷)

آیت کریمہ میں یہودی رسمی عبادت پر تنقید کی گئی ہے کہ دین داری کا معیار یہ نہیں ہے جس پر تم کو ناز ہے، بلکہ نیکی اور بھلائی جو اصل ہدایت اور سبب مغفرت ہو یہ ہے کہ اللہ روز قیامت جملہ انبیاء و ملائکہ اور کتب آسمانی پر دل سے ایمان لانے کے ساتھ اپنے مال کو زکوٰۃ کے علاوہ عزیز واقارب، یتیموں، غریبوں، مسافروں، محکوموں، غلاموں اور معاشرے کے دیگر کمزور افراد کو سائلوں اور گردن چھڑانے میں محنت سے کمائی ہوئی اپنی دولت صرف کرے، نماز کو پابندی سے ادا کرتا رہے، تاکہ اسے رشتہ مضبوط ترین رہے، اور زکوٰۃ بھی ادا کرتا رہے، تاکہ انسانی خدمت کا حق ادا ہوتا رہے، جو لوگ ان اوصاف حمیدہ سے متصف ہیں وہی لوگ سچے ہیں اعتقادات، ایمان اور دین میں یا اپنے قول و قرار میں، اور تقویٰ کا معیار بھی یہی ہے۔ ایک جگہ اور ارشاد ہے قرابت دار کو اس کا حق اور مسکین کو اس کا حق دو اور فضول خرچی نہ کرو، بیشک فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے

رب کا ناشکر ہے۔ (سورہ نبی اسرائیل: ۲۶، ۲۷) یہاں اس چیز کو بتایا گیا ہے کہ انسان کے حق میں دوسرے کا بھی حق ہے اور اسراف و تبذیر سے بچنے کی تاکید کی ہے، کیوں کہ جو شخص اسراف و تبذیر کی لعنت کا شکار ہو گا وہ دوسروں کے حق نہیں پہچانے گا۔

ایک جگہ اور ارشاد ہے: تم دیکھتے نہیں کہ اللہ جس کا چاہتا ہے رزق کثادہ کرتا ہے اور جس کا چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے، یقیناً اس میں نشانیاں ان لوگوں کے لئے ہیں جو یقین رکھتے ہیں (جب یہ حقیقت ہے کہ جس کے پاس جو کچھ ہے وہ اللہ کا دیا ہوا ہے) تو تم قرابت دار کو اس کا حق اور مسکین اور مسافر کو اس کا حق دو یہ بہتر ہے ان لوگوں کے لئے جو اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہیں، اور وہی فلاح پانے والے ہیں۔ (سورہ روم ۳۷) سورہ نبی اسرائیل اور سورہ روم دونوں ہی کی سورتیں ہیں، مکہ میں زکوٰۃ فرض نہیں ہوئی تھی لیکن ان آیات میں قرابت داروں مسکینوں اور مسافروں کا حق بیان ہوا ہے۔ (تحقیقات اسلامی شماره اکتوبر تا دسمبر ۱۹۸۶ء، ص: ۷)

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ سورہ روم کی آیت کے ذیل میں فرماتے ہیں، اس میں ان لوگوں کا ذکر ہے جن کے ساتھ حسن سلوک کرنا واجب ہے، جس شخص کے پاس مال ہو چاہے اس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہو یا نہ ہوتی ہو چاہے اس پر حلالان حول گزرا ہو یا نہ گزرا ہو اسے ان کے ساتھ حسن سلوک بہر حال کرنا ہوگا، اس لیے یہاں زکوٰۃ کا نہیں عام مخلوق کے ساتھ شفقت کا ذکر ہے، یہ تینوں طبقات وہ ہیں جن کے ساتھ احسان کا رویہ برتنا ضروری ہے، چاہے احسان کرنے والے کے پاس زائد از ضرورت مال ہو یا نہ ہو۔ (امام رازی، تفسیر کبیر، ج: ۳، ص: ۵۶۳)

ایثار

انسانیت اسی کا نام ہے کہ دوسرے کی ضرورتوں کا خیال رکھا جائے۔ صحابہ کرام کے تعلق سے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔ **يُؤْتِرُونَ النَّاسَ عَلَىٰ انْفُسِهِمْ**

وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُوقِ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

’وہ لوگوں کو اپنے اوپر فوقیت دیتے ہیں اگر چہ ان کو فقر و فاقہ لاحق ہو اور جس کو بچایا گیا تو یہی لوگ کامیاب ہیں‘۔ ایک طرف اسلامی تعلیمات اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل کو دیکھیں دوسری طرف ہمارے اعمال و اخلاق پر ایک طائرانہ نظر ڈالیں تو دونوں میں زمین و آسمان کا فرق نظر آئے گا جو حقوق ہم پر فرض ہیں، اور جن کے ادا نہ کرنے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہماری سخت پکڑ ہوگی اسی میں ہم سے کوتاہی ہو رہی ہے، زکوٰۃ ہم نہیں دیتے صدقہ ہم نہیں کرتے غریبوں محتاجوں اور کمزوروں کی مدد ہم نہیں کرتے، کیا یہی مسلمانی ہے ہر ایک کو اسلام کے ایک ایک حکم پر اس طرح عمل کرنا چاہیے کہ دیکھنے والوں کو معلوم ہو جائے کہ ہم مسلمان ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو سچا پکا مسلمان بنائے۔ آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ



طلباء کے فضائل اور حقوق

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَكَفَى وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ أَمَا بَعْدُ فَأَعُوذُ
بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ. بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ. وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ
لِيَنْفِرُوا كَآفَّةً فَلَوْ لَا نَفَرْنَا مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ
وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ. صَدَقَ اللَّهُ الْعَظِيمُ.

میری پیاری پیاری معلمات، عزیزہ طالبات، ماؤں اور بہنو! میں نے جو
آیت کریمہ آپ کے سامنے پڑھی ہے، وہ سورہ توبہ کی آیت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے
یہاں یَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ فرمایا: مطلب اس کا یہ ہے کہ محض علم دین کا پڑھ لینا کافی
نہیں ہے وہ توبہ سے کافر یہودی اور نصرانی بھی پڑھتے ہیں اور شیطان کو سب
سے زیادہ حاصل ہے بلکہ علم دین سے مراد دین کی سمجھ پیدا کرنا ہے۔ اسی سے یہ
بات بھی واضح ہوگئی مگر طور پر عالم بننا مفتی بننا حافظ بننا ہر ایک کے اوپر فرض نہیں
ہے، بلکہ فرض کفایہ ہے جو چند مسلمانوں کے حاصل کر لینے سے ہر ایک کے ذمہ سے
گناہ ساقط ہو جاتا ہے۔ چونکہ علم دین حاصل کرنا بہت اہم کام ہے اس لئے اسکے
فضائل بھی بہت ہیں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ

وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ كَمَا جَانَنَ وَالْءَبْرَارِ هُوَ سَوِيٌّ مِّمَّا كَانُ الْمُنَافِقِينَ
ہو سکتے ہیں اہل علم کا مقام و مرتبہ غیر اہل علم سے بہت اونچا و ارفع ہوتا ہے۔

حضرت مولانا خالد فیصل ندوی لکھتے ہیں کہ

طالب علم کے فضائل اور حقوق ہی کی طرح کتاب و سنت میں ان کی بہت سی
ذمہ داریاں بیان کی گئی ہیں، اخلاص و للہیت، تقویٰ و طہارت، محنت و لگن، ثبات
و استقامت، علم دین میں سمجھ بوجھ حاصل کرنے کی سعی و کوشش، کتابوں اور اساتذہ کا
احترام و اکرام، مدارس و مکاتب کا پاس و لحاظ، ساتھیوں کیساتھ تعاون و ہمدردی،
حاصل کردہ علم کے مطابق عمل، اپنوں کے درمیان امر و نہی اور انذار و تبشیر، عام
لوگوں کو دعوت و تبلیغ اور علم دین کی نشر و اشاعت وغیرہ ذمہ داریاں سرفہرست
ہیں، ان میں سب سے اہم اور قابل توجہ ذمہ داری یہ ہے کہ ہر طالب علم علوم نبوت
(قرآن، حدیث اور فقہ) حاصل کرنے کے دوران اپنی نیت یہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ
اس سے راضی ہو جائے اور دنیا و آخرت میں وہ کامیاب و کامراں ہوں، کیوں کہ
دین اسلام میں صدق اخلاص کی بڑی قدر و قیمت ہے بلکہ ہر کام میں یہی مطلوب
و محمود ہے اور ہر کام کا اجر و ثواب اسی پر منحصر ہے، چنانچہ مشہور حدیث میں ہے کہ:
’اعمال (کے اجر و ثواب) کا دار و مدار نیتوں پر ہی (موقوف) ہے اور ہر شخص کو اسکی
نیت کے مطابق ہی (اجر و ثواب) ملے گا۔ (بخاری و مسلم)

علم دین کا حاصل کرنا بھی دینی کام ہے، اس سلسلہ میں اچھی نیت رکھنا بڑے
اجر و ثواب کا باعث ہے، لیکن نام و نمود کے لئے علم حاصل کرنا اور اسکی خدمت کرنا
بالکل بے فائدہ ہے، بلکہ جہنم کا موجب ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ: قیامت کے
دن فیصلہ (ریا کار شہید کے فیصلہ کے بعد) سب سے پہلے (نام و نمود والے عالم

وقاری) شخص کے بارے میں ہوگا، اس شخص کے بارے (جہنم میں ڈالنے کا حکم الہی ہوگا اور اس کو اس کے منہ کے بل گھسیٹ کر لے جایا جائے گا یہاں تک کہ جہنم کی آگ میں پھینک دیا جائے گا۔ (مسلم مختصراً) اسی طرح دنیاوی مقاصد کے لئے علم دین حاصل کرنا بہت ہی ناپسندیدہ عمل ہے اور ایسا کرنے والا جہنم کا سزاوار ہے۔

ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ: جس نے اس مقصد سے علم حاصل کیا کہ اس کے ذریعہ سے علماء دین سے مقابلہ کرے یا بیوقوفوں سے بحث کرے یا لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو جہنم میں ڈالیں گے۔ (ترمذی واہن ماجہ) نیز دنیاوی مقاصد کے حصول کیلئے علم دین حاصل کرنا جنت سے محرومی کا موجب ہے۔

آپ ﷺ نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا ہے کہ جس نے اس علم کو سیکھا جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل کی جاتی ہے، مگر اس نے صرف اس مقصد سے (علم دین) سیکھا کہ اس علم کے ذریعہ دنیا کی متاع حاصل کرے تو قیامت کے دن اس کو جنت کی خوشبو بھی نصیب نہیں ہوگی۔ (ابوداؤد)

درحقیقت علم دین کے حصول میں صدق و اخلاص بہت ہی مؤثر اور مفید عنصر ہے۔ ہر طالب علم کو اپنی نیت کا جائزہ لے تے رہنا چاہئے اور حسن نیت کی توفیق اللہ تعالیٰ سے مانگتے رہنا چاہئے اور علم دین کے حصول میں یکسوئی اور انہماک سے مشغول رہنا چاہئے۔ انشاء اللہ علم دین کی طلب و حرص حسن نیت پر منتج ہوگی، چنانچہ حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا: ان (طالب علم) لوگوں کا حصول علم دین میں لگنا ان کی نیتوں کی اصلاح کا ذریعہ ہے۔

طالب علم کی دوسری اہم ذمہ داری یہ ہے کہ وہ دوران طالب علمی طاقت بھر اپنے حاصل کردہ علم کے مطابق عمل کرے، کیوں کہ کتاب و سنت کے مطابق عمل کرنے سے دنیا و آخرت بنتی اور سنورتی ہے۔ نیز حاصل کردہ علم کے مطابق عمل

کرنے سے دنیا میں خیر و برکت حاصل ہوتی ہے اور آخرت میں بڑی قدر و منزلت حاصل ہوگی، ایک حدیث میں ہے کہ: جو شخص قرآن کریم پڑھے، اسے سیکھے اور اس پر عمل کر لے تو اس کو قیامت کے دن تاج پہنایا جائے گا۔ (مسند حاکم) اس لئے ہر طالب علم کو چاہئے کہ اپنے علم سے فائدہ اٹھائے، اس کے مطابق زندگی گزارے اور بے علمی سے بچے، کیوں کہ علم کے باوجود عمل نہ کرنا دنیا میں تباہی و بربادی کا باعث ہے اور آخرت میں ذلت و رسوائی اور سخت عذاب و مواخذہ کا سبب ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بدترین شخص وہ عالم دین ہے جس نے اپنے علم سے فائدہ نہیں اٹھایا۔ (داری)

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن لوگوں میں سب سے سخت عذاب اس عالم پر ہوگا، جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کے علم سے فائدہ مند نہیں کیا۔ نیز عمل سے عاری علم صاحب علم کے لئے دنیا و آخرت میں وبال جان ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ علم دو طرح کا ہوتا ہے، ایک وہ علم جو دل میں اتر جائے وہی علم نافع ہے اور دوسرا وہ علم ہے جو صرف زبان پر ہو (یعنی اخلاص و عمل سے خالی ہو) تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کے خلاف (اس کے مجرم ہونے کی) دلیل و حجت ہے۔ (ترغیب) اسی طرح قیامت کے دن علم کے مطابق عمل کرنے کے بارے میں باز پرس ہوگی۔ ایک حدیث میں ہے کہ: قیامت کے دن آدمی کے دونوں پاؤں اس وقت تک (حساب کی جگہ سے) نہیں ہٹ سکتے جب تک اس سے ان چیزوں کے بارے میں پوچھ نہ لیا جائے، اپنی عمر کس کام میں گزاری؟ اپنے علم پر کتنا عمل کیا؟ مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ اپنی جسمانی طاقت کس کام میں لگائی؟ (ترمذی)

علم کے مطابق عمل نہ کرنا، طالب علم کی شان کے خلاف ہے، بلکہ علم کے باوجود بے عملی والی زندگی سراسر جہالت و نادانی ہے۔ ایک حدیث شریف میں ہے

کہ ”بعض علم رکھنے والے علمی سمجھ بوجھ نہیں رکھتے اور جس کا علم اسے فائدہ نہ پہنچائے تو اس کی جہالت اسے نقصان پہنچائے گی، قرآن کریم کو تم اس وقت پڑھنے والے (شمار) ہو گے جب تک کہ وہ قرآن تمہیں (گناہوں اور برائیوں سے) روکتا رہے اور اگر وہ تمہیں نہ روکے تو تم اسکو اصل میں پڑھنے والے ہی نہیں ہو۔ (طبرانی مجمع الزوائد)

علم بغیر عمل کے لا حاصل ہے

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو کچھ سیکھتے تھے اس کے مطابق عمل بھی کیا کرتے تھے۔ آج ہم علم تو حاصل کرتے ہیں مگر اس کے مطابق عمل بہت کم کرتے ہیں اسی لئے علم کا جو فائدہ ہونا چاہیے اس سے ہم محروم ہیں۔ قرآن صاف فرماتا ہے۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ** اے ایمان والو! کیوں لوگوں کو ایسی باتوں کا حکم کرتے ہو جس کو تم خود نہیں کرتے ہو۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کتنی اچھی بات کہی ہے علم چند انکے بیشتر خوانی چوں عمل در تو نیست نادانی نہ محقق بود نہ دانشمند چارپائے برو کتابے چند آں تہی مغز را چہ علم و خبر کہ برو ہیزم است یادفتر علم خواہ کتنا زیادہ کیوں نہ حاصل کرو جب تک اس علم پر عمل نہیں کرو گے اس وقت تک تم جاہل ہو۔ عالم بے عمل کی مثال تو ایک چوپائے کی سی ہے، جس کے اوپر چند کتابیں رکھ دی گئی ہیں، اور اس چوپائے کو کیا پتہ کہ اس پر لکڑیوں کا گٹھر ہے یا کتابوں کا ڈھیر، اس لئے جو کچھ سیکھیں حتی المقدور اس پر عمل کرنے کی بھی کوشش کریں جس طرح مالوں کی زکوٰۃ ہوتی ہے اسی طرح علم کی زکوٰۃ یہ ہے کہ جتنا علم حاصل کریں اس میں سے کچھ پر ضرور عمل کریں، پھر اسی کی توفیق اور مدد سے بقیہ علوم پر بھی عمل کرنا آسان ہوگا۔ **وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ**

اسلام میں حسن سلوک کی قدر و منزلت

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ، وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ، **أَمَّا بَعْدُ! فَاغْوِذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ. بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ. وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا صَدَقَ اللَّهُ الْعَظِيمُ**

محترمہ صدر معلمہ، عزیزہ طالبات، ماؤں اور بہنو! قرآن کریم کی کئی آیاتوں میں والدین اور دیگر رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی گئی ہے۔ آیاتوں میں والدین اور دیگر رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی گئی ہے، آدمی کو ہمیشہ اخلاق درست رکھنے چاہئے اپنوں کے ساتھ بھی اور غیروں کے ساتھ بھی حسن سلوک صرف یہی نہیں ہے کہ دوسروں کو تکلیف نہ پہنچائی جائے بلکہ دوسروں کی تکلیف دہ باتوں پر صبر کرنا بھی حسن اخلاق کا ایک اہم درجہ ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ ہمارے سامنے موجود ہے کہ لوگوں کے ساتھ کیسے اخلاق سے پیش آتے تھے کہ ہر کوئی یہ سمجھتا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم سب سے زیادہ محبت کرتے ہیں اسلام تو ایسا مذہب ہے کہ جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کرتا ہے۔

جانوروں کے ساتھ حسن سلوک

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایک آدمی کے پاس سے گذر رہے تھے جو بکری کو گرانے کے بعد اس کی گردن پر اپنے پاؤں کا دباؤ رکھے چھڑے کو پتھر سے تیز کر رہا تھا جبکہ بکری حواس باختہ اس شخص کے اس عمل کو دیکھ رہی تھی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ اس طرح یہ بکری ذبح ہونے سے پہلے نہ مر جائے گی؟ کیا تم اسے دہری موت دینا چاہتے ہو؟ حسن سلوک یا احسان کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ہدایت ہمارے لئے مشعل راہ ہے، اور ان واقعات کو انجام دینے سے پہلے بار بار سوچنے کا مقام بھی ہے، جس کے نتیجے میں سینکڑوں بے گناہ انسانی جانوں کو پلک جھپکتے ہی خودکش حملہ آور ہلاک کر دیتا ہے، جس کے نتیجے میں انسانی اعضاء اس کے جسم سے علیحدہ ہو کر دور دور جا گرتے ہیں، جبکہ اسلامی معاشرہ میں احسان کی بطور خاص تلقین کی گئی ہے۔

لفظ احسان کو صرف حسن سلوک کے معنوں میں نہ لیا جائے، کسی کی پردہ پوشی کرنا بھی احسان ہے، یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ جو دوسروں کے عیبوں کی پردہ پوشی نہ کرے، وہ مومن نہیں ہے، اگر ہم اسلام کے ”تصور احسان“ پر غور کریں تو آنکھیں حیرت سے کھلی کی کھلی رہ جائیں گی، یہی نہیں، ماں باپ سے بھی حسن سلوک کی تاکید کی گئی ہے۔ دنیا کا کوئی بھی مذہب ایسا نہیں جس میں ماں باپ سے اچھے سلوک کی ہدایت نہ کی گئی ہو، یہی وجہ ہے کہ بعض اسلامی ممالک نے تو ضعیف والدین کی بہتر خدمات اور ان کی دیکھ بھال کو اس شخص کی نوکری، ترقی اور سالانہ اضافی تنخواہ سے منسلک کر دیا ہے، تاہم اسلام نے بھی واضح طور پر ماں باپ سے حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ماں

باپ سے حسن سلوک کس طرح کیا جائے یا ان پر احسان کس طرح کا ہو؟ قرآنی احکام اور تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کی وضاحت کی گئی ہے اگر ماں باپ تمہیں غصے کی حالت میں سخت و سست کہیں تو بھی ماتھے کی تیوری پر بل نہیں آنا چاہیے۔ اسی طرح ماں باپ کے ساتھ پیار و محبت بڑھاپے میں ان کے آرام کا ہر طرح خیال رکھنا اور ان کی دل جوئی کرنا بھی احسان ہے۔ ویسے بھی آج اگر آپ مخلوق خدا پر احسان کریں گے تو اسکے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے آپ پر احسان کا وعدہ کر رکھا ہے۔

یہاں ہمیں اس نکتے کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیے کہ احسان کا حکم صرف والدین تک محدود نہیں ہے بلکہ اس کا دائرہ مخلوق خدا تک محیط ہے۔ جس کی وجہ سے ہی احسان کو آداب معاشرت کی ایک شاخ کہا جاسکتا ہے، دوسروں پر احسان کے ذریعہ نہ صرف معاشرتی برائیوں کی بیخ کنی کی جاسکتی ہے بلکہ احسان کے نتیجے میں قائم ہونیوالی اعلیٰ معاشرتی اقدار ہمارے معاشرے کو مضبوط اور مستحکم بناتی ہے۔

جانوروں کا آپس میں سلوک

ویسے بھی انسان کو ایک معاشرتی جانور بھی کہا جاتا ہے۔ ایسا اس لئے بھی کہا جاتا ہے کیونکہ ہر انسان کا ایک دوسرے انسان پر براہ راست رابطہ اور واسطہ ہوتا ہے جبکہ کہاں چیونٹی اور کہاں فاختہ تھی، جس نے ایک دوسرے کی جانوں کو ختم ہونے سے بچانے کیلئے ایک دوسرے پر احسان کر دیا تھا۔ پہلے فاختہ نے ندی میں درخت سے پتہ توڑ کر چیونٹی کے پاس لا کر رکھ دیا تھا تاکہ وہ پانی میں ڈوبنے سے بچ جائے اور پھر جب فاختہ کی جان کو ایک شکاری سے خطرہ لاحق ہوا تو اسی چیونٹی نے اس کے احسان کا بدلہ دینے کیلئے اس شکاری کے پاؤں میں ایسی شدت سے کاٹا کہ اس کا نشانہ خطا ہو گیا اور فاختہ کی جان بچ گئی۔ لیکن ہم ہیں کہ اشرف المخلوقات ہوتے

ہوئے اس کہانی سے کوئی سبق حاصل نہیں کرتے بلکہ ظالم بھیڑیے کی طرح احسان فراموشی کرتے رہتے ہیں۔ سارس نے تو احسان کرتے ہوئے بھیڑیے کے حلق میں پھنسی ہوئی ہڈی کو اپنے لمبی چونچ سے نکال دیا تھا جس کے بعد بھوکے سارس کو شکار کئے ہوئے گوشت میں سے انعام دینے کے بجائے بھیڑیے نے یہ کہا تھا کہ یہ کوئی کم بات نہیں ہے کہ تو نے اپنی گردن کو صحیح سلامت میرے منہ سے نکال لیا تھا۔

میٹھا بول بھی حسن سلوک ہے

جب ہی تو حسن اخلاق اور احسان کا دوسرا زینہ ایک میٹھے بول کو کہا گیا ہے۔ ایک میٹھا بول بعض اوقات مایوس دل شکستہ انسان کو ولولہ تازہ عطا کرتا ہے حتیٰ کہ مایوسی کی انتہا پر پہنچا ہوا ایک ایسا شخص جو زندگی سے مایوس ہو کر خودکشی کرنے پر تیار بیٹھا ہو، ایک میٹھے بول اور ہمت افزائی کے نتیجے میں اپنی زندگی کو از سر نو بہتر انداز سے گزارنے پر کمر بستہ ہو جاتا ہے، اور پھر رسول ﷺ کا ارشاد ہے کہ کسی کیلئے مسکرا دینا بھی صدقہ ہے۔ اس لئے بھی کہ مسکراتا ہوا چہرہ حسن اخلاق کا بہترین مظہر ہوتا ہے۔ تجربہ ہے کہ کسی بھی ادارے میں ٹیم کا سربراہ اگر اپنے ماتحتوں سے حسن سلوک سے پیش آتا ہے اور ان کے دکھ درد اور خوشی میں شریک ہوتا ہے تو ماتحت بھی اس کی ایک آواز پر دوڑا اس کے گھر تک چلا جاتا ہے۔

اسی طرح فوج کا ایک اعلیٰ افسر اگر اپنے ماتحتوں سے پیار و محبت اور عزت افزائی سے پیش آتا ہے تو اس کے ماتحت فوجیوں میں اپنی جان دے کر بھی اپنے افسر کی زندگی بچانے کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے، یہی وہ جذبہ ہوتا ہے۔ جو کسی بھی فوج کے سپاہیوں کو جرأت و دلیری اور شجاعت کی نئی داستانیں رقم کرنے کا اہل بناتا ہے۔

امت مسلمہ کی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ ایک عادل اور حسن سلوک کرنے والے فوجی کمانڈر کے لئے اس کے ماتحت جان دینے پر بھی تیار رہتے ہیں۔ اس کے برعکس سخت اکھڑ اور ماتحتوں کو کم تر سمجھنے والے افسران کی موت پر وہ سپاہی ”خس کم جہاں پاک“ جیسی مثال دیتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں ماسوائے حکومتی پروٹول و اعزازات کے۔

اگر آپ سفید سبز سرخ یا نیلے پیلے انقلاب کے برعکس وطن عزیز کی معاشرتی یا اقدار میں اصلاح کے خواہش مند ہیں تو آئیے آج عہد کرتے ہیں کہ ہم اپنے ماں باپ، بہن بھائی، عزیز واقارب، اڑوس پڑوس اور دستوں سمیت معاشرے کے ہر فرد پر احسان کریں، ہم ہر دوسرے شخص سے مسکرا کر اور کم از کم ایک میٹھے بول کے ساتھ مصافحہ کریں گے۔ ہم ایک دوسرے کے دکھ سکھ رنج و غم اور خوشیوں کی گھڑیوں میں شامل رہیں گے، تمام تر اختلافات اور ذاتی مفادات کو بھلا کر اور بغیر منافقت اور کھلے دل کے ساتھ رہیں گے۔ یقین جانئے اگر ہم یہ عہد کرنے اور اس پر عمل کرنے میں کامیاب ہو گئے تو ہماری سر زمین رشک چمن اور امن کا گہوارہ بن جائے گی! لیکن شرط ہے صرف خلوص نیت سے دوسروں پر احسان کے جذبے کی تمام تر اختلافات کو بھلا کر!

دشمنوں کیساتھ بھی حسن سلوک

اس میں دو رائے نہیں کہ حسن اخلاق اور معمولی احسان سے دشمن بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ ایک دفعہ حضور اکرم ﷺ گھر میں تشریف فرما تھے ایک یہودی آ رہا تھا تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ یہ اچھا آدمی نہیں اپنی قوم کا فتنہ پرور آدمی ہے اور ایسا ویسا ہے اور جب وہ قریب آیا تو آپ ﷺ کا رویہ اس کیساتھ بہت اچھا اس

سے عمدہ اخلاق سے پیش آئے جب وہ چلا گیا تو عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا یا رسول اللہ آپ تو اسکے بارے میں ایسا فرما رہے تھے اور جب قریب آیا تو اس کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آئے تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا عائشہ رضی اللہ عنہا برا بدترین ہے وہ شخص جس سے لوگ اس کے اخلاق کی وجہ سے دور ہوتے ہیں۔ اس سے یہ پتہ چلا کہ دشمن بھی اگر سامنے آئے تو بد اخلاقی سے پیش نہیں آنا چاہیے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے جانی دشمنوں کو بھی گلے لگایا اور دوستوں جیسا برتاؤ کیا۔ فتح مکہ کا دن اس کی کھلی شہادت پیش کرتا ہے جبکہ دشمن سامنے موجود ہیں غریب و بیکس مسلمانوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑنے والے، آپ ﷺ کے عزیزوں کا خون ناحق کرنی والے خود آپ ﷺ پر تلواریں چلانے والے، دندان مبارک شہید کر نیوالے، تیر چلانے والے، سارے دشمن سامنے سر جھکائے کھڑے اور دس ہزار جان نثار صحابہ کرام بس ایک اشارے کے منتظر ہیں صرف آپ ﷺ چشم مبارک سے اشارہ ہی کر دیتے تو کشتوں کے پتے لگ جاتے اور مکہ ماتم کدہ ہو جاتا، مگر آپ ﷺ نے سب کو معاف فرمایا۔ تاریخ انسانی حسن سلوک کی اتنی اعلیٰ مثال پیش کرنے سے عاجز ہے، کسی شاعر نے کہا۔

ظالم سے لیا ظلم کا بدلہ نہ کبھی بھی
مارا بھی تو اخلاق کی تلوار سے مارا
وَآخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

☆☆☆

عمر رسیدہ لوگوں کی فضیلت

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ
وَالْمُرْسَلِينَ، وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ اَجْمَعِينَ، اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ
الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ
مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَاۗئِلَ لِتَعَارَفُوْۤا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ
اَتْقٰكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

صدر جلسہ، مشفق و مہربان معلمات، عزیزہ طالبات، ماؤں اور بہنو! معاشرے کے اندر ہر قسم کے ہر مزاج اور ہر عمر کے افراد زندگی بسر کرتے ہیں، یہ ہی نہیں سکتا کہ کسی جگہ صرف ایک عمر کے افراد بستے ہوں، ان میں ہر ایک کے حقوق ہیں، اس وقت مجھے عمر رسیدہ لوگوں کی فضیلت کا تذکرہ کرنا ہے، جب انسان کی پیدائش ہوتی ہے اس وقت بالکل ہی لاچار و مجبور ہوتا ہے ہر ایک چیز میں اپنی ماں وغیرہ کا محتاج ہوتا ہے پھر آہستہ آہستہ قوت بڑھتی جاتی ہے اور انسان قومی و طاقتور بن جاتا ہے پھر کسی کی خدمت وغیرہ کا محتاج نہیں رہتا لیکن جیسے جیسے جوانی ڈھلتی ہے کمزوری بڑھتی جاتی ہے پھر ایک وقت وہ بھی آتا ہے جب آدمی بڑھاپے کی عمر کو

پہنچتا ہے اور ہر چیز میں دوسروں کا محتاج ہوتا ہے، بچپن میں والدین بڑی محبت سے پرورش کرتے اور ہر طرح کی تکلیف و راحت برداشت کر لیتے ہیں مگر اولاد کی ذرا بھی تکلیف گوارا نہیں کرتے، بسا اوقات تو مائیں راتوں رات اولاد کیلئے جاگتی رہتی ہیں، مگر یہی ماں باپ جب بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جاتے ہیں اور خدمت کے محتاج ہوتے ہیں تو اولاد اس طرح کی خدمت نہیں کرتے جس طرح ماں باپ نے اپنی اولاد کی پرورش کی تھی، اسی لئے شریعت نے والدین کی خدمت و اطاعت کو بہت ضروری قرار دیا خصوصاً جب بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جائیں تو ان کو اف تک بھی نہ کہو ان کی راحت و آرام کا بھی خوب خیال رکھو اور اس کیلئے بڑی فضیلتیں بھی وارد ہوئی ہیں والدین کی خدمت تو بہت اہم ہوتی ہے ہر ایک عمر رسیدہ کی خدمت اور اس کا ادب و احترام باعث ثواب ہے۔

عمر رسیدہ خدائی قیدی ہیں

بیہقی نے کتاب الزہد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اسلام میں چالیس سال کی عمر کو پہنچ گیا تو اللہ تعالیٰ اس سے جنون اور جذام اور برص کو رفع کر دیتا ہے پھر جب پچاس سال کو پہنچ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا حساب نرم فرمادیں گے، پھر جب ساٹھ سال کو پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے محبت فرماتے ہیں اور آسمان والے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر جب اسی سال کو پہنچتا ہے تو اللہ اس کے حسنات کو قبول فرما لیتے ہیں اور اس کی سینات کو معاف فرمادیتے ہیں، پھر جب نوے سال کو پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیتے ہیں اور اس کا نام خدائی قیدی ہو جاتا ہے اور اس کے اہل کے بارے میں اس کی شفاعت قبول کی جاتی ہے۔ (سنن بیہقی)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس حدیث کے رجال ثقات ہیں حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اِنَّ مِنْ اَجْلَالِ اللّٰهِ تَعَالٰی اِكْرَامُ ذِي الشِّيَةِ الْمُسْلِمِ وَ حَامِلِ الْقُرْآنِ غَيْرِ الْعَالِي فِيهِ وَالْجَافِي عَنْهُ، وَ اِكْرَامُ ذِي السُّلْطَانِ الْمُقْسِطِ (الادب المفرد، ۱۲۹، حدیث نمبر ۳۵۹) اللہ کی عظمت و احترام کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان عمر رسیدہ شخص کا اکرام کیا جائے اور اس قرآن کے حامل و حافظ کا جو اس میں غلو نہ کرنے والا ہو اور نہ اس کو چھوڑنے والا اور عادل بادشاہ کا۔ جس شخص نے عمر رسیدہ کی عزت کی اس کا بدلہ یہ ہے کہ بڑھاپے میں اس کی بھی عزت کی جائے گی۔ عَنِ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَكْرَمَ شَابٌ شَيْخًا لِسِنِّهِ الاَّ قِيَصَ اللّٰهُ لَهُ مَنْ يُكْرِمُهُ عِنْدَ سِنِّهِ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو نو جوان کسی بوڑھے کی عزت کریگا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایسے شخص کو مامور کرے گا جو اس کے بڑھاپے میں اس کی عزت کرے۔

جو شخص اسلام کے دائرے میں رہتے ہوئے بوڑھا ہو جائے اور اس کے بال سفید ہو جائیں، اسکو اللہ قیامت میں ایک نور عطا فرمائے گا۔ یہ اسکی عظمت و برائی کی علامت ہوگی جس کی وجہ سے وہ عام لوگوں میں ممتاز ہوگا۔ عَنِ كَعْبِ بْنِ مَرَّةٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ مَنْ شَابَ شَيْبَةً فِي الْاِسْلَامِ كَانَتْ لَهُ نُورًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ (سنن ابوداؤد، سنن الترمذی) حضرت کعب بن مرہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جو نو جوان اسلام میں بوڑھا ہو گیا اس کیلئے قیامت کے دن نور ہوگا۔ دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بوڑھے شخص کیلئے ایک سفید بال کے بدلہ ایک نیکی عطا کرے گا اور ایک گناہ مٹائے گا۔ كَتَبَ اللّٰهُ بِهَا حَسَنَةً وَ حَطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةً الاَصْحَابِ السِّنِّنِ بَلْفِظَ اَبِي دَاوُدَ "۱۰"

عمر رسیدہ احترام کا زیادہ مستحق

سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے پہلے لوگوں کے بال سفید نہیں ہوا کرتے تھے سب سے پہلے انہیں کے بال سفید ہوئے تو اللہ تعالیٰ سے عرض کیا یا اللہ یہ کیا ہے کہ میرے بال سفید ہو گئے، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ تو وقار ہے، تو ابراہیم علیہ السلام نے درخواست کی یا اللہ میرا وقار بڑھا دیجئے۔ جس آدمی کی داڑھی اور سر کے بال سفید ہو جاتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کو عذاب دینے سے شرم کرتے ہیں معاشرے و خاندان میں بھی لوگ ایسے شخص کی عزت کرتے ہیں، اس کا ادب و احترام کرتے ہیں۔ چونکہ عمر کا ایک طویل عرصہ گزرا چکا ہوتا ہے اس لئے تجربات بھی ہوتے ہیں، طاقت و قوت مضحل ہو جانے کی وجہ سے گناہ کے امکانات بھی کم رہتے ہیں، اس لئے بھی وہ عزت کا مستحق ہوتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا وَلَمْ يُوقِرْ كَبِيرَنَا فَلَيْسَ مِنَّا جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے، چھوٹا ہمارے بڑوں کی عزت نہ کرے، وہ ہم میں سے نہیں، بڑوں کی عزت و توقیر کرنا چاہیے، جب ہم اپنے بڑوں کی عزت کریں گے تو لوگ بھی ہماری عزت کریں گے، آج ہم میں سے اکثر لوگ اس کا خیال نہیں کرتے۔ اپنے گھر کے ہی جو بڑے بوڑھے ہیں انہیں کی عزت و احترام کا کوئی پاس و لحاظ نہیں کرتے جبکہ کوئی بھی مسلمان عمر رسیدہ ملے اس کی عزت کریں خواہ کہیں کا بھی ہو، اگر وہ ضرورت مند ہے تو حسب استطاعت اس کی ضروریات کا بھی خیال رکھیں۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

☆☆☆

جھوٹ کی قسمیں

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْأَنْبِيَاءِ
وَالْمُرْسَلِينَ، وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ، أَمَا بَعْدُ! فَأَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ
الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ. بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ. إِلَّا لَعْنَةَ اللَّهِ عَلَى
الْكَاذِبِينَ. صَدَقَ اللَّهُ الْعَظِيمُ.

صدر جلسہ، قابل صد احترام معلمات، عزیزہ طالبات! اخلاقی گراوٹ انسانی اقتدار کو لے ڈوبتی ہے اور جس کے اخلاق صحیح ہوتے ہیں وہی معاشرے کے اندر اچھا انسان کہلاتا ہے، ایک اہم شئی جس کو لوگ کوئی اہمیت نہیں دیتے بلکہ بہت سے لوگوں کا تکیہ کلام ہوا کرتا ہے اور عورتیں بھی مردوں سے کم نہیں بلکہ بڑھ چڑھ کر اس میں حصہ لیتی ہیں وہ ہے جھوٹ، جس کے اندر ہر خاص و عام پڑھا لکھا ان پڑھ مرد و عورت عموماً سبھی لوگ ملوث ہیں۔

جھوٹ کی بہت سے اقسام ہیں مثلاً مجبوراً بولا جانے والا جھوٹ، زبردستی بولا جانے والا جھوٹ، جان بوجھ کر بولا جانے والا جھوٹ اس کے علاوہ سفید اور کالا جھوٹ بھی اس کی مشہور اقسام ہیں، اس لئے ہم میں سے اکثر لوگ جھوٹ کی ان

اقسام کا استعمال کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں، ویسے تو ہم اپنی روزمرہ زندگی میں بہت جھوٹ بولتے ہی رہتے ہیں، لیکن ہماری زندگی سے منسوب کچھ ایسی باتیں بھی ہیں جن کے متعلق سچ بولنا پسند نہیں کیا جاتا، جیسے بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ جھوٹ نہیں بولتے، سب سے بڑا جھوٹ تو یہی ہے لیکن وہ زیادہ دیر تک اس پر عمل نہیں کر پاتے۔

تحفہ پر جھوٹ

تحائف، جنہیں وصول کرنے کے بعد ہمیں ہر حال میں تحفہ دینے والے کا شکر یہ ادا کرنا پڑتا ہے اور تحفہ چاہے کتنا ہی برا کیوں نہ ہو، ہمیشہ مسکراتے ہوئے جبراً کہنا ہی پڑتا ہے کہ ہمیں وہ تحفہ بے حد پسند آیا، جھوٹ کی عادت تو ہمیں بچپن ہی سے ورثے میں مل جاتی ہے جب والدین بچوں کو سکھاتے ہیں کہ جب کوئی تحفہ دے تو شکر یہ کے ساتھ تحفے کی تعریف بھی ضرور کرنی چاہئے۔

عزیز یا دوست کی جھوٹی تعریف

اس کے بعد ایک اور جھوٹ اس صورتحال میں بولنا پڑتا ہے جب آپ کو کسی رشتہ دار یا دوست کی جھوٹی تعریف کرنی ہوتی ہے کیونکہ اگر ایسا نہیں کرتے تو شاید تعلقات میں خرابی پیدا ہو سکتی ہے، اس لئے آپ کو مسکراتے ہوئے یہ جھوٹ بھی بولنا ہی پڑتا ہے۔ آپ بہت خوبصورت لگ رہے یا لگ رہی ہیں لیکن یہ جھوٹ آپ کے رشتے یا دوستی کو بچانے کے لئے بیحد ضروری ہے۔

سفید جھوٹ

جھوٹ کی ایک قسم سفید جھوٹ ہے اور یہ جھوٹ اس وقت بولا جاتا ہے، جب کوئی بہت مصیبت میں پھنس جائے، ایسے موقع پر اس جھوٹ کا استعمال کر کے سچ کو

توڑ مروڑ کر پیش کر دیا جاتا ہے اور خود کو بے قصور ثابت کرنے کیلئے اکثر یہ کہا جاتا ہے کہ یہ کام میں نے نہیں کیا۔ یہ عادت بچپن سے انسان کی فطرت میں شامل ہو جاتی ہے، لیکن اگر اس عادت پر جلدی قابو نہ پایا جائے تو عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ یہ عادت بھی پختہ ہو جاتی ہے۔

موٹا یا کمزور کو جھوٹ بتانا

اکثر لوگ جو بہت موٹے ہوتے ہیں یا پھر کمزور تو آپ انہیں وزن کم کرنے کا مشورہ دینے کے بجائے یہ جھوٹ بول دیتے ہیں، تسلی دینے کے لئے کہ وہ بالکل صحیح ہیں، انہیں اس سلسلے میں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں، اس جھوٹ کی بجائے سچ بھی تو بولا جاسکتا ہے، لیکن ایسا کہنا باعث شرم سمجھا جاتا ہے۔

ملازمت اور انٹرویو پر جھوٹ

جو افراد ملازمت کے لئے کوئی انٹرویو دینے جاتے ہیں، ان سے پوچھا جائے کہ وہ کتنی تنخواہ پر کام کرنا چاہتے ہیں تو وہ اکثر جھوٹ بول دیتے ہیں اور بہت زیادہ تنخواہ کی ڈیمانڈ کر دیتے ہیں حالانکہ انہیں چاہیے کہ وہ صرف اتنی ہی تنخواہ کا تقاضا کریں جتنی تنخواہ کو وہ اپنے کام کے لحاظ سے اپنا حق سمجھتے ہوں۔

والدین کا بچوں سے جھوٹ

اکثر والدین بچوں کو رات کو سنانے کے لئے جھوٹ بولتے ہیں۔ سو جاؤ ورنہ جن آجائے گا۔ یہ جھوٹ بول کر والدین بچے کی شخصیت کو تباہ کر دیتے ہیں کیونکہ ان کے اس جھوٹ کی وجہ سے بچہ تاحیات اس ڈر سے چھٹکارہ نہیں پاسکتا۔

دلہنوں سے جھوٹ

دلہنوں سے جھوٹ بولنا تو بیحد ضروری سمجھا جاتا ہے کیونکہ کسی بھی لڑکی کے لئے یہ دن بہت معنی رکھتا ہے، ایسے موقع پر اسے یہ کہا کہ وہ اچھی نہیں لگ رہی، اس کی دل آزاری نہیں کرنی چاہئے۔

خواتین کا شاپنگ کے وقت جھوٹ

خواتین کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ جب بھی بازار خریداری کرنے جاتی ہیں تو گھر آ کر کبھی یہ سچ نہیں بتاتیں کہ انہوں نے خریداری پر کتنی رقم خرچ کی۔

جھوٹا شخص ہر گناہ کر سکتا ہے

بہت سے موقعوں پر انسان جھوٹ بولتا ہے کبھی اپنے عیوب کو چھپانے کے لئے کبھی دوسروں پر اپنی قوت جتانے کے لئے کبھی کسی کے ڈر اور خوف کی وجہ سے کبھی مال وغیرہ کی لالچ میں وغیرہ وغیرہ جھوٹ بہت سے گناہوں کی جڑ اور بنیاد ہے اس لئے کہ جو انسان جھوٹ بول سکتا ہے وہ سب کچھ کر سکتا ہے کیونکہ ہر گناہ کر لینے کے بعد کہے گا میں نے کچھ بھی نہیں کیا خاص کر عورتوں کے اندر جھوٹ بولنے کی صفت مردوں کے مقابلہ میں زیادہ ہوتی ہے شریعت نے چند مواقع میں جھوٹ کی اجازت دی ہے آدمی دو مسلمانوں میں صلح کرانے کے لئے جنگ کے وقت میں جان کا خوف ہو اس لئے انسان کو بلا ضرورت شدیدہ جھوٹ سے گریز کرنا چاہیے۔

مومن اور منافق کی علامت

ایک اہم مسئلہ ہے کہ جس کی جھوٹ بولنے کی لت پڑ چکی ہے وہ کیسے، اس کو چھڑائے تو اس کا صرف ایک ہی علاج ہے وہ خوف خدا ہے جب اللہ کا ڈر دل میں پیدا ہو جائے اسی وقت گناہوں سے چھٹکارا مل سکتا ہے اور جھوٹ جیسی گندی عادت سے بچا جاسکتا ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں صاف صاف فرمادیا۔ **إِلَّا لَعْنَةَ اللَّهِ عَلَى الْكٰذِبِينَ** کان کھول کر سن لیجئے اللہ کی لعنت ہو جھوٹ بولنے والوں پر، لعنت کے معنی رحمت خداوندی سے دور ہونے کے آتے ہیں اس لئے جو بھی مرد یا عورت جھوٹ بولتے ہیں وہ اللہ کی رحمت سے دور ہوتے ہیں حدیث شریف میں آتا ہے۔ **الْمُؤْمِنُ لَا يَكْذِبُ** مومن جھوٹ نہیں بولتا گویا زبان نبوت سے شہادت دی کہ مومن کی پہچان یہ ہے کہ وہ سچا ہوتا ہے۔ جھوٹ جیسی بری عادت اس کے اندر نہیں پائی جاتی ہے۔ **آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثَةٌ إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا أَتَمَّنَ خَانَ وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ** منافق کی تین علامتیں ہیں جب بات کرے تو جھوٹ بولے اور جب اس کے پاس کوئی امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے اور جب وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے، اور اس کے بالمقابل مومن کی یہ نشانی بتلائی گئی **الْمُؤْمِنُ إِذَا وَعَدَ وَفَا** جب مومن وعدہ کرتا ہے تو اس کو پورا کرتا ہے۔ اب ہم غور کر سکتے ہیں کہ ہمارے اندر مومن کی علامت پائی جاتی ہے یا منافق کی اگر خدا خواستہ منافق جیسی علامت ہمارے اندر ہے تو اس کو پورے طور پر چھوڑ دیں اور مومن کی صفات اپنے اندر پیدا کریں۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

پردے کا فلسفہ

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْأَنْبِيَاءِ
وَالْمُرْسَلِينَ، وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ، أَمَّا بَعْدُ! بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ
الرَّحِيمِ. وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى
جُيُوبِهِنَّ. صَدَقَ اللَّهُ الْعَظِيمُ.

محترمہ صدر معلّمہ، مشفق و مہربان معلمات، ماؤں اور بہنو! پردے کی اہمیت و
ضرورت سے آج کون ناواقف ہے اس دور میں جبکہ برائیاں عام ہوتی جا رہی ہیں،
مختلف قسم کے آلات و اسباب آئے دن ایجاد ہو رہے ہیں، جو گناہوں کی اشاعت
و تبلیغ کا ناپاک فریضہ انجام دے رہے ہیں جس کی وجہ سے نوجوان لڑکے اور لڑکیاں
ان میں ملوث ہو رہے ہیں اس طرح اسلامی احکامات کی افادیت ان کے ذہن و دماغ
سے نکلتی جا رہی ہے اور آزادانہ ماحول کی وجہ سے عریانی و فحاشیت کی ساری حدوں کو
عبور کرتے ہیں، اگر ان کے اسباب پر غور کریں تو معلوم ہوگا سب سے بڑی وجہ
عورتوں بالخصوص نوجوان دوشیزاؤں میں بے پردگی کا بڑھتا ہوا رجحان ہے۔ اور مغرب
معاشرے کی آوارہ تہذیب کی تقلید و پیروی مغربی ممالک میں فحاشیت و عریانی کا
رجحان اس قدر تیزی سے بڑھ رہا ہے کہ عورتوں کا غیر مردوں سے اور مردوں کا غیر

عورتوں سے اختلاط اور جنسی خواہش کی تکمیل کوئی عیب اور گناہ نہیں رہا اور مغرب اسی
کی ترویج و اشاعت اور دوسرے ممالک کو بھی گندے ماحول میں لانا چاہتا ہے۔

بے پردگی کے نقصانات

بیشک عصر حاضر میں جس کو بعض لوگوں نے عریانی اور جنسی آزادی کا زمانہ قرار
دیا ہے اور مغرب نواز لوگوں نے اس کو عورتوں کی آزادی کا ایک حصہ قرار دیا ہے لہذا
ایسے لوگ پردہ کی باتوں کو سن کر منہ بناتے ہیں اور پردہ کو گزشتہ زمانہ کا ایک افسانہ شمار
کرتے ہیں۔ لیکن اس آزادی اور بے راہ روی سے جس قدر فسادات اور برائیاں
بڑھتی جا رہی ہیں اتنا ہی پردہ کی باتوں پر توجہ کی جا رہی ہے، البتہ اسلامی اور مذہبی
معاشرہ میں بہت سے مسائل حل ہو چکے ہیں اور بہت سے سوالات کا اطمینان بخش
جواب دیا جا چکا ہے، لیکن چونکہ یہ مسئلہ بہت اہم ہے لہذا اس مسئلہ پر مزید بحث و گفتگو
کی ضرورت ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ عورتیں اپنے جسم کے مختلف اعضاء کی نمائش کے ایک
بے انتہا مقابلہ میں جوانوں کی شہوتوں کو بھڑکانیں اور آلودہ مردوں کی ہوس کا شکار بنیں
یا یہ مسائل شوہروں سے متعلق ہیں؟ اسلام میں دوسری قسم کا طرف دار ہے، اور حجاب
کو اسی لئے قرار دیا ہے، حالانکہ مغربی ممالک اور مغرب نواز لوگ پہلے نظریہ کے قائل
ہیں، اسلام کہتا ہے کہ جنسی لذت، دیکھنے، سننے اور چھونے کی لذت شوہر سے مخصوص
ہے اس کے علاوہ دوسرے کیلئے گناہ آلودگی اور معاشرہ کے لئے ناپاکی کا سبب ہے۔

فلسفہ حجاب کوئی مخفی اور پوشیدہ چیز نہیں ہے کیونکہ

● بے پردہ عورتیں معمولی بناؤ سنگار اور دیگر زرق و برق کے ذریعہ جوانوں
کے جذبات کو ابھارتی ہیں جس سے ان کے احساسات بھڑک اٹھتے ہیں، اور بعض

اوقات نفسیاتی امراض پیدا ہو جاتے ہیں، انسان کے احساسات کتنے ہیجان آور وزن کو برداشت کر سکتے ہیں؟ کیا نفسیاتی ڈاکٹریہ نہیں کہتے ہیں کہ ہمیشہ انسان میں ہیجان سے بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ خصوصاً جب یہ بھی معلوم ہو کہ جنسی غریزہ انسان کی سب سے بنیادی فطرت ہوتی ہے جس کی بنا پر تاریخ میں ایسے متعدد خطرناک حوادث اور واقعات ملتے ہیں جس کی بنیاد یہی چیز تھی، یہاں تک بعض لوگوں کا کہنا ہے کوئی بھی اہم واقعہ نہیں ہوگا مگر یہ کہ اس میں عورت کا ہاتھ ضرور ہوگا۔ ہمیشہ بازاروں اور گلی کوچوں میں عریاں پھر کر احساسات کو بھڑکانا، کیا آگ سے کھینا نہیں ہے؟ اور کیا یہ کام عقلمندی ہے؟ اسلام تو یہ چاہتا ہے کہ مسلمان مرد اور عورت چین و سکون کیساتھ زندگی بسر کریں اور ان کی آنکھیں اور کان غلط کاموں سے محفوظ رہیں اور اس لحاظ سے مطمئن طور پر زندگی بسر کریں، پردہ کا ایک فلسفہ یہ بھی ہے۔

عورتوں پر کمانے کی کوئی ذمہ داری نہیں

عورت کو چین و سکون اسی وقت نصیب ہو سکتا ہے جبکہ اسکو آزاد ماحول سے دور رکھ کر اسلامی ماحول عطا کیا جائے۔ مساوات کا نعرہ بلند کر کے اور آزادی نسواں کی آواز لگا کر عورتوں کو تباہی و بربادی کے دلدل میں پھنسا کر رکھ دیا ہے۔ اور اب دیکھنے میں آ رہا ہے کہ زندگی کے تمام شعبوں میں عورتیں بھی مردوں کے شانہ بشانہ چلتی ہوئی نظر آ رہی ہیں افسوس میں دکانوں میں بازاروں میں چھوٹی سے چھوٹی نوکری ہو یا بڑی سے بڑی نوکری اور ملازمت بہر حال ہر جگہ عورتیں ہی نظر آ رہی ہیں جبکہ اسلام نے عورتوں کو گھر کی چہار دیواری کے اندر رہنے کا حکم دیا اور بلا ضرورت باہر نکلنے سے منع کیا عورت گھر کے اندر رہ کر بہت سے عظیم کارنامے انجام دے سکتے ہیں۔ اسلام نے عورتوں کو کمانے اور بیرونی کام کاج کی ذمہ داری نہیں ڈالی عورت کو

بہر صورت کمانے اور بچوں پر خرچ کرنے کی ذمہ داری سے مستغنی رکھا، شادی سے پہلے لڑکیوں کی پوری ذمہ داری باپ کے سر ڈال دی، شادی کے بعد شوہر کے ذمہ نان نفقہ رکھ دیا اور بیوہ یا مطلقہ ہونے کی صورت میں باپ کے ذمہ اور اگر باپ نہیں تو بھائیوں کے ذمہ کر دیا، گویا اسلام نے عورتوں کو بہت بڑا مقام و مرتبہ عطا کیا۔

شوہر کی اطاعت عورت کی اہم ذمہ داریاں

پردے کے مخالفین اور عورتوں کے لئے حجاب کو شجرہ ممنوعہ قرار دینے والے اسلامی تاریخ کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ کس طرح مسلم خواتین نے پردے میں رہ کر اور اسلامی شعائر کو مضبوطی سے اپنائے ہوئے اہم کارنامے انجام دیئے۔ ایک عورت کی اہم ذمہ داری شوہر کی اطاعت و فرمانبرداری اور بچوں کی پرورش ہے، جن لوگوں نے ترقیاں کیں اور بڑے مقام و مرتبہ سے سرفراز ہوئے اگر ان کی زندگیوں کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ ان کی کردار سازی میں ان کی ماؤں کا اہم رول ہے۔ اور جب عورتیں اپنی اولاد کی صحیح تربیت کرے گی تو یہی اولاد والدین کے ضعیف العمری میں انکی خدمت کرتے ہیں اور ان کی اطاعت و فرمانبرداری کو اپنے لئے سرمایہ سعادت سمجھتے ہیں مغربی ممالک میں اس کا تصور اور وہم و گمان بھی نہیں کیا جاسکتا کہ اولاد بوڑھے والدین کی خدمت کریں گے بلکہ جیسے ہی عمر زیادہ ہوئی اولاد گھر سے باہر نکال دیتی ہے اور جس گھر کو والدین اپنی محنت کی کمائی سے تعمیر کیا تھا زندگی کے آخری ایام میں ان گھروں میں نہیں گزار سکتے یہ نتیجہ ہوتا ہے آزاد روش اور اولاد پر خاص توجہ نہ کرنے کا۔

بہر حال پردہ بہت ضروری ہے اسی سے معاشرے کی اصلاح ہو سکتی ہے۔

وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ☆

حضور اکرم ﷺ کے نواسوں کی سخاوت

الْحَمْدُ لِلَّهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنُؤْمِنُ بِهِ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضِلَّهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَنَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَنَشْهَدُ أَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ أَمَا بَعْدُ فَأَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ. بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ. وَأَمَّا السَّائِلُ فَلَا تَنْهَرُ. صَدَقَ اللَّهُ الْعَظِيمُ.

محترمہ صدر معلمہ، عزیزہ طالبات، ماؤں اور بہنو! ہماری جان اور ہمارا مال اللہ تعالیٰ کی امانت ہے اللہ رب العزت جہاں خرچ کرنے کا حکم کریں ہمیں وہاں خرچ کرنے میں دریغ نہ کرنا چاہیے، انسان دنیا کو خواہ کتنا ہی کیوں نہ جمع کر لے مگر اس کے کام وہی آسکتا ہے جو اللہ کے راستہ میں خرچ کر دیا، جو جمع کر کے چلا جائے گا وہ تو ویسے ہی رہ جائیگا آخرت میں اسکا بھی حساب دینا پڑے گا اسلئے مال کو جمع کر کے رکھنے کے بجائے اس کو کثرت سے خرچ کرنا چاہیے اس لئے کہ جتنا زیادہ خرچ کریں گے اتنا زیادہ اسمیں بڑھوتری ہوگی، اور آخرت میں جو کچھ ثواب ملنا ہے

وہ تو ملے گا ہی۔ مولانا روم فرماتے ہیں جو ایک حدیث کا ترجمہ ہے۔ ”گفت پیغمبر کہ دائم بہر پند“۔ ”دو فرشتہ خوش منادی می کنند۔ کہ اے خدا یا منفقان را سیر دار“۔ ”ہر درم شاں رادہ صد ہزار“۔ پیغمبر ﷺ فرماتے ہیں کہ دو فرشتے برابر دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ خرچ کر نیوالوں کو آسودہ رکھ اور ہر درہم کے بدلہ ایک لاکھ درہم عطا فرما، کتنے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نے دولت جیسی عظیم نعمت سے نوازا ہے اور خرچ کرنے کی توفیق بھی دی ہے۔ جن کے لئے فرشتے دعائیں کرتے ہیں اور جس کے لئے فرشتے دعائیں کریں کیا اس کے مال میں کبھی کمی ہو سکتی ہے؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی مال کمایا مگر اس سے دل نہیں لگایا بلکہ غریبوں محتاجوں اور اعزہ و اقرباء پر کثرت سے خرچ کیا۔

بڑے نفع کا سودا

ابوالحسن مدنی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت حسن، حسین اور حضرت عبداللہ بن جعفر رحمہم اجمعین کیلئے تشریف لے جا رہے تھے، راستے میں ان کے سامان ان سے جدا ہو گئے، یہ بھوکے پیاسے چل رہے تھے ایک خیمہ پران کا گذر ہوا۔ اس میں ایک بوڑھی عورت تھی، ان حضرات نے اس سے پوچھا کہ ہمارے پینے کو کئی چیز (پانی، دودھ، لسی وغیرہ) تمہارے پاس موجود ہے، اس نے کہا ہے، یہ لوگ اپنی اونٹنیوں پر سے اترے، اس بڑھیا کے پاس ایک بہت معمولی سی بکری تھی، اس کی طرف اشارہ کر کے اس نے کہا کہ اس کا دودھ نکال لو اور اس کو تھوڑا تھوڑا پی لو ان حضرات نے اس کا دودھ نکالا اور پی لیا۔ پھر انہوں نے پوچھا کہ کوئی چیز کھانے کی بھی ہے؟ اس بڑھیا نے کہا کہ یہی بکری ہے، اس کو تم میں سے کوئی ذبح کر لے تو میں پکا دوں گی، انہوں نے اس کو ذبح کیا، اس نے پکایا، یہ حضرات کھاپی کر جب شام کو چلنے لگے تو

انہوں نے اس بڑھیا سے کہا کہ ہم ہاشمی لوگ ہیں، اس وقت حج کے ارادے سے جا رہے ہیں، اگر ہم زندہ سلامت واپس مدینہ پہنچ جائیں تو تو ہمارے پاس آنا، تیرے اس احسان کا بدلہ دیں گے۔

یہ حضرات تو فرما کر چلے گئے، شام کو جب اس کا خاوند کہیں جنگل وغیرہ سے آیا تو اس بڑھیا نے ہاشمی لوگوں کا قصہ سنایا، وہ بہت خفاء ہوا کہ تو نے اجنبی لوگوں کے واسطے بکری ذبح کر ڈالی، معلوم نہیں کون تھے کون نہیں تھے؟ تو کہتی ہیں ہاشمی تھے، غرض وہ خفاء ہو کر چپ ہو گیا، کچھ زمانہ کے بعد ان دونوں میاں بیوی کو غربت نے جب بہت زیادہ ستایا تو یہ محنت مزدوری کی نیت سے مدینہ منورہ گئے، دن بھر بینگنیاں چگا کرتے اور ان کو بیچ کر گزر کیا کرتے، ایک دن بڑھیا بینگنیاں چگا رہی تھی، حضرت حسن رضی اللہ عنہ اپنے دروازے کے آگے تشریف رکھتے تھے، یہ جب وہاں سے گذری تو اس کو دیکھ کر حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اس کو پہچان لیا اور اپنے غلام کو بھیج کر اس کو اپنے پاس بلوایا اور فرمایا کہ اللہ کی بندی تو مجھے پہچانتی بھی ہے؟ اس نے کہا کہ میں نے تو نہیں پہچانا، آپ نے فرمایا کہ میں تیرا وہی مہمان ہوں، دودھ اور بکری والا، بڑھیا نے پھر بھی نہ پہچانا اور کہا، کیا خدا کی قسم تم وہی ہو؟ حضرت حسن نے فرمایا جی ہاں! میں وہی ہوں، اور یہ فرما کر آپ نے غلاموں کو حکم دیا کہ اس کے لئے ایک ہزار بکریاں خرید دی جائیں۔ چنانچہ فوراً خریدی گئیں اور ان بکریوں کے علاوہ ایک ہزار دینار نقد بھی عطا فرمائے اور اپنے غلام کے ساتھ اس بڑھیا کو چھوٹے بھائی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا: کہ بھائی نے کیا بدلہ عطا فرمایا؟ اس نے کہا کہ ایک ہزار بکریاں اور ایک ہزار دینار دیئے ہیں، یہ سن کر اتنی ہی مقدار دونوں چیزوں کی حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے عطا فرمائی، اس کے بعد اس کو حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا، انہوں نے تحقیق فرمایا

کہ ان دونوں حضرات نے کیا کیا مرحمت فرمایا ہے اور جب معلوم ہوا کہ یہ مقدار ہے تو انہوں نے دو ہزار دینار عطا فرمائے، اور یہ فرمایا کہ اگر تو پہلے مجھ سے مل لیتی تو میں اس سے بہت زیادہ دیتا۔ یہ بڑھیا چار ہزار بکریاں اور چار ہزار دینار لے کر خاوند کے پاس پہنچی کہ یہ اس ضعیف اور کمزور بکری کا بدلہ ہے۔ کیا اتنی عظیم سخاوت کی کہیں مثال مل سکتی ہے؟ یہ سب خاندان نبوت کے چشم و چراغ تھے جنہوں نے اپنے اعمال و کردار سے ہم کو بہت کچھ درس دیا۔

ایک کا بدلہ دس

حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک چادر فروخت کرنے کیلئے دی تاکہ اس سے غلہ وغیرہ لے کر آئیں چونکہ کئی روز سے فاقہ چل رہا تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وہ چادر چھ درہم میں فروخت کی، وہ پیسے لیکر چلے کہ کوئی چیز خریدیں، راستہ میں ایک سائل نے سوال کر لیا تو انہوں نے وہ چھ درہم اس شخص کو دیدیے، پھر خالی ہاتھ گھر واپس لوٹ رہے تھے تو راستہ میں ایک صاحب اونٹنی لیکر آئے اور کہنے لگے کہ یہ اونٹنی خرید لو چھ درہم اسکی قیمت ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے پاس پیسے نہیں تو بیچنے والے نے کہا کہ کوئی بات نہیں پیسے بعد میں دو حضرت علی رضی اللہ عنہ وہ اونٹنی لے کر چلے، آگے ایک صاحب ملے انہوں نے کہا اونٹنی مجھے بیچ دو ساٹھ درہم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ساٹھ درہم میں بیچ کر چھ درہم اونٹنی جس سے خریدی تھی اسکو دیدیا اور باقی پیسے لیکر گھر گئے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اسکا تذکرہ کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ جبرئیل و میکائیل علیہما السلام تھے جنہوں نے آپ کیساتھ معاملہ کیا۔

جنت کے نوجوانوں کے سردار

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اسلام کی خاطر اپنی جان کی بھی سخاوت کر دی مگر اسلام پر آنچ نہ آنے دیا اور بڑے بھائی حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر کے ان کے حق میں خلافت سے دست بردار ہو کر سینکڑوں لوگوں کے گویا محافظ بنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ان دونوں نواسوں سے بڑی محبت تھی کبھی کا شانہ مبارک پر سوار کراتے، بوسہ دیتے، اپنے سینہ مبارک پر لٹالیتے، اور فرمایا کرتے تھے یہ دونوں جنت کی خوشبو ہیں، کبھی فرماتے حسن و حسین جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحابہ کرام کے نقشے قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

☆☆☆

عورتوں کی تعلیم اصل مقصد

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْأَنْبِيَاءِ
وَالْمُرْسَلِينَ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ، أَمَا بَعْدُ! فَأَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ
الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ، بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ
يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ وَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى
كُلِّ مُسْلِمٍ أَوْ كَمَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ.

صدر جلسہ، قابل قدر معلمات، ماؤں اور بہنو! آج ہم تعلیم سے بہت دور ہوتے جا رہے ہیں، معاشرے و خاندان میں جہالت پھیلتی جا رہی ہیں اور جہالت ہی کیوجہ سے سینکڑوں برائیاں پنپ رہی ہیں، خواتین نمازوں سے دور ہوتی جا رہی ہیں، نوجوان دو تیزاؤں میں بے پردگی کا رجحان عام ہوتا جا رہا ہے، والدین کی اطاعت و فرمانبرداری اور ان کے حقوق کی بجا آوری کی بالکل فکر نہیں رہتی، اس لئے کہ والدین کے حقوق، پڑوسیوں کے حقوق، قریب و بعید رشتہ داری کے حقوق کیا ہیں، ہم کو پتہ نہیں ہیں اور جب پتہ ہی نہیں ہے تو ان کی ادائیگی کی کیا فکر کریں، اور ہماری ماؤں اور بہنوں میں سدھار کیسے آئے گا، خاندان و معاشرے کی اصلاح کیسے

ہو سکے گی اور دین کے کام صحیح طور پر ہم کیسے انجام دے سکتے ہیں، اس کیلئے ہم کو ضرورت ہے اسلامی علوم اور دینی تعلیم حاصل کرنیکی کیونکہ اس کے بغیر نہ ہمارے اندر سدھار آسکتا ہے اور نہ قوم و معاشرے اور خاندان میں پھیلی ہوئی برائیوں پر کنٹرول ہو سکتا ہے، اور عورتوں کی اصلاح کیلئے خود عورتوں ہی کو آگے بڑھنا ہوگا، جب تک عورتیں علم دین حاصل کر کے دعوت و تبلیغ کے ذریعہ نئی نسل کی نوجوان دوشیزاؤں کی اصلاح نہیں کریں گی ان کو اسلامی تعلیم کی طرف توجہ نہیں دلائیں گی، اسوقت تک معاشرے کی اصلاح ہرگز نہیں ہو سکے گی، عصری علوم خواہ کتنا ہی زیادہ کیوں نہ حاصل کر لیں اس سے اخلاق میں سدھار نہیں آسکتا۔

مقصد تعلیم

تعلیم کا اصل مقصد انسان کی فطری صلاحیتوں کو مزین اور آراستہ کرنا اور اس کو نفع بخش بنانا ہے۔ اس بنیاد پر تعلیم کی ضرورت ہر انسان کو خواہ وہ مرد ہو یا عورت، سرمایہ دار ہو یا تنگ دست، شہر کا باشندہ ہو یا گاؤں دیہات کا رہنے والا کسی کیلئے اس میں کوئی استثنا نہیں ہے۔ اسلامی نقطہ نظر سے تعلیم کے دو پہلو ہیں۔ اول بنیادی تعلیم یعنی دین کے بنیادی عقائد، عبادت اور حلال و حرام کی تمیز کا علم، اس علم سے واقف ہونا ہر مسلمان مرد و عورت کیلئے لازمی قرار دیا گیا رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ علم کا طلب کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔ اس سے مراد یہی بنیادی تعلیم ہے جس کی معرفت اور واقفیت ہر مسلمان پر واجب ہے۔ خواہ وہ پڑھا لکھا ہو یا امی و ناخواندہ، قلم و دوات سے آشنا ہو یا اس سے بے خبر، بولنے اور اپنا مافی الضمیر ادا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو، یا گونگا بہرا، کم عقل ہو یا ذہین، غرض کسی کیلئے کوئی استثنا نہیں ہے، اس بنیادی تعلیم کیلئے ہر شخص کو اس کے مناسب حال مواقع

اور ذرائع فراہم کئے جاسکتے ہیں، تحریر، تقریر، وعظ و ارشاد، مکتب و مدرسہ، قلم و کاغذ رمز و اشارہ الغرض سارے ذرائع کا استعمال ممکن ہے۔ عہد نبوی میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صحرا سے ایک بدو عورت کو پکڑ کر لائے۔ وہ کوئی بات نہیں سمجھتی تھی۔ صحابہ پریشان تھے آپ نے اس عورت سے فرمایا کہ اللہ کہاں ہے؟ اس عورت نے آسمان کی طرف انگلی اٹھائی، آپ نے صحابہ سے فرمایا، اس کو جانے دو یہ ایمان والی ہے۔ تعلیم کا دوسرا پہلو وہ مروجہ تعلیم ہے جو آج ہماری بحث و گفتگو کا موضوع ہے یعنی کسی فن میں مہارت حاصل کرنا یا اس کی لازمی واقفیت رکھنا اس تعلیم کے تعلق سے اسلام کا نقطہ نظر یہ ہے کہ اس کا حصول عمدہ اور پسندیدہ ہے۔ اسلام نے اس کی ترغیب دی ہے اور اس میں مرد و زن کیلئے اپنے اپنے مناسب حال مواقع فراہم کئے ہیں لیکن، یہ تعلیم بنیادی تعلیم کے برابر کا درجہ نہیں رکھتی ہے اسی لئے معاشرہ کے کچھ افراد اگر کسی شعبہ زندگی کو بہتر طریقہ پر سنبھال لیں تو پورے معاشرے کی جانب سے یہ فریضہ ادا ہو جاتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے، کہ کیوں نہیں ان کے فرقہ سے ایک جماعت تفقہ فی الدین کیلئے نکلتی، چنانچہ فریضہ دعوت و تبلیغ کی انجام دہی کے لئے تبحر فی الدین اور تفقہ فی الشرع کے حاملین کی ایک جماعت کو کافی سمجھا گیا اور اس علم کو معاشرے کے ہر فرد کے لئے لازم نہیں قرار دیا گیا اسی کو سقول ٹھہراتے ہوئے یہ کہنا نامناسب نہ ہوگا کہ اگر مسلم معاشرہ میں ایک معتد بہ تعداد علماء، واعظین، دانشوران، اصحاب قیادت و سیاست، اطباء، صنعت و حرفت کے ماہرین یا شعبہ ہائے حیات کے دوسرے پہلوؤں کے مخلصین کی موجود ہو تو پورے معاشرہ کی فلاح و ترقی کی ضمانت لی جاسکتی ہے۔ مروجہ تعلیم کے حصول میں معرکہ الآراء بحث تفریق مرد و زن کی ہے۔ ہم کو یہ تسلیم کرنے میں کوئی جھجک نہیں کہ خیر القرون کے بعد بالخصوص مسلمانوں کے علمی عہد زوال میں عورتوں کو مروجہ تعلیم سے علاحدہ رکھا

گیا، یہی نہیں بلکہ دنیا کے دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کے یہاں بھی یہی تصور رائج تھا، یورپ کی نشاۃ نو کے بعد جو سماجی اور معاشرتی انقلاب پیدا ہوا اس نے اس جمود و تعطل کا خاتمہ کیا اور آج نہ صرف مسلم معاشرہ میں بلکہ دیگر ادیان و مذاہب کے ماننے والوں میں تعلیم نسواں کی اہمیت اور اس کا رواج یورپ کی اسی انگریزی کا مرہون منت ہے۔

یورپ کی نشاۃ نو میں نصرانیت بلکہ پاپائیت کے رد عمل کا عنصر غالب تھا، تاریخ داں اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ یورپ صدیوں کلیسا کی بے رحم زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا اور جب اس نے اس قید سے مگو خلاصی حاصل کی تو نہ صرف پاپائیت کو بلکہ مذہب کو بھی خیر باد کہا جس کا لازمی نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ اہل یورپ کے دانشورا اپنے مذہبی اور اخلاقی قدروں میں توازن برقرار نہ رکھ سکے، تعلیم کے میدان میں بھی اس عدم توازن کا مظہر نمایاں طور پر سامنے آیا۔ یورپ نے تعلیم نسواں کا جو ڈھانچہ مرتب کیا اس میں مرد اور عورت کا جسمانی، نفسیاتی، عقلی، اور ذہنی فرق ملحوظ نہیں رکھا جس کا اثر یہ پڑا کہ ترقی کے اس دور میں عورت تاریک عہد کے مقابلہ میں بھی زیادہ مظلوم بن گئی۔

خدائے بزرگ و برتر نے اس جنس لطیف کو حمل، ولادت، رضاعت کی جو فطری ذمہ داری سونپی ہے اس میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی، البتہ مساوات مرد و زن کے خوشنما نعرہ کے ذریعہ کسب معاش میں جو صرف مرد کی ذمہ داری ہے عورت کو بھی شریک کر لیا گیا، بالآخر یہ بوجھ تلے دب گئی۔

اسلامی نقطہ نظر سے مروجہ تعلیم غلط نہیں ہے، البتہ مرد اور عورت کیلئے یکساں نصاب اور نظام تعلیم کسی طرح مناسب نہیں ہے، کیوں کہ اس سے عدم توازن ہر حال میں پیدا ہوگا اور معاشرتی ابتری جسکے مظاہرے آئے دن دیکھنے میں آتے ہیں

لازمًا پیدا ہوگی۔ ایک خیال یہ بھی ہے کہ آج کل چونکہ عورتیں تعلیم کی طرف زیادہ راغب ہیں اور مردوں میں راغبیت کم پائی جاتی ہے اسلئے معاشرہ عدم توازن کا شکار ہے، دراصل مسئلہ یہ ہے کہ یورپ سے برآمد نظام تعلیم نے عورت اور مرد کی جسمانی اور عقلی ہیئت ترکیبی کو نظر انداز کیا ہے جس کا اثر معاشرہ پر پڑنا ناگزیر ہے۔

مردوں اور عورتوں کیلئے جداگانہ نظام تعلیم کیا ہو؟ اس کا اشارہ بھی ہم کو عہد نبوی اور خیر القرون کے مبارک عہد میں ملتا ہے، اسی کیساتھ مردوں اور عورتوں کے مزاج اور طبعی لیاقت کو مد نظر رکھ کر نصاب تعلیم مرتب کر سکتے ہیں۔ عہد نبوی میں ایک انصاریہ خاتون علاج و معالجہ کرتی تھیں، نیز عورت کے مزاج میں جذبہ ہمدردی اور رحم دلی کا تقاضہ ہے کہ میڈیکل سائنس اور اس سے متعلق علوم و فنون کی تعلیم اس کو دی جاسکتی ہے، اسکے برعکس مرد کے اعصاب مضبوط اور قوی ہوتے ہیں فنون سپہ گری یعنی ملٹری سائنس، جہاز رانی یا اس جیسے دوسرے اعصاب شکن فنون کی تعلیم صرف مردوں کے لئے موزوں ہے، ایک کلپنا چاؤلہ، یا ایک سینٹا کے خلا میں چلے جانے کو بطور نظیر پیش کرنا عورت پر اس کی فطری صلاحیت سے زیادہ بوجھ ڈالنا ہے۔

مرد و عورت کی الگ الگ ذمہ داری

مرد اور عورت کی الگ الگ ذمہ داری ہے اور گھر کا سکون مرد و عورت میں تعلقات استوار اسی وقت ہو سکتے ہیں جبکہ ہر ایک اپنی ذمہ داری صحیح صحیح نبھائے۔ عورتوں کے ذمہ بھی شرعی اعتبار سے بہت سے کام ہیں، اس کی فطری کمزوریوں کو دیکھتے ہوئے گھریلو ذمہ داریاں ہی کیا کم ہے، انہیں کو اگر صحیح طور پر انجام دے لے تو بہت بڑی بات ہے چہ جائیکہ اس کے اوپر کسب معاش کا بار گراں ڈالا جائے، اور اس کیلئے مشکل سے مشکل علوم و فنون سکھائے جائیں جو عورت کے مزاج کے

خلاف ہے۔ مغرب نے مساوات مرد و وزن کا جو نعرہ بلند کیا ہے، اس سے عورتوں کو آزادی نہیں بلکہ غلامی کے طوق سلاسل میں ڈالا جا رہا ہے، جس کے اندر بے حیائی، عریانیت، فحاشی و بدکاری، غرض ساری خرابیاں موجود ہیں۔ آج اسی کا نتیجہ ہے کہ عورتیں مشکلات کے اندر پھنسی ہوئی نظر آتی ہیں یہ اسی نعرہ مغرب کا نتیجہ ہے جس کے پیچھے ہماری مشرقی تہذیب و تمدن رکھنے والی عورتیں بھی بڑی تیزی کیساتھ لپک رہی ہیں اور اسلامی تعلیم کو پس پشت ڈال رہی ہیں۔ اگر زندگی امن و سکون اور آخرت میں راحت و آرام چاہتے ہیں تو اسلامی تعلیمات کو عام کریں اور اسلامی تعلیمات کے تقاضوں پر عمل کریں۔ اللہ تعالیٰ مسلم دو شیزاؤں کی حفاظت فرمائے۔ آمین!

وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

☆☆☆

زمانہ جاہلیت میں سماج کی حالت

الْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِيْنُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنُوْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاَتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُّضِلِّهٖ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَنَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحَدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ . وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَاءً فَالْفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ اِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِنْهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ . صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ .

میری مشفق و مہربان معلمات، عزیزہ طالبات، ماؤں اور بہنو! میں نے جو آیت کریمہ آپ کے سامنے پڑھی ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے ایک عظیم الشان نعمت کا ذکر کیا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قبل از نبوت کسی طرح آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان اتحاد پیدا کر دیا اور دلوں کو بالکل جوڑ دیا اور وہ سب کے سب جوکل تک ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے

حقیقی بھائی کی طرح ایک دوسرے کیلئے جان قربان کر نیوالے بن گئے، اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کو جہنم کے گڑھے سے نکال کر بہشت بریں میں داخل کر دیا۔

قبل از نبوت آپ ﷺ کے اخلاق عالیہ

دنیا جانتی ہے کہ نبوت و رسالت کے منصب پر آپ اس وقت فائز ہوئے جب آپ کی زندگی کا تقریباً دو تہائی حصہ گذر چکا تھا یعنی چالیس سال کے بعد چالیس سال تک معاشرہ میں ایک عام فرد کی حیثیت سے زندگی گذاری، لیکن، وہ چالیس سالہ زندگی کس طرح اور کس ماحول میں گذاری اس کو بیان کرنیکی ضرورت ہے تاکہ مردہ دلوں میں زندگی کے آثار پیدا ہوں، ہدایت کی راہیں کھلیں، کہ جس انسان کی نبوت سے قبل کی زندگی اتنی صاف اور پاکیزہ ہے جب وحی الہی نے اس کی رہنمائی اور تربیت کی ہوگی تو اسے کیا کچھ نہ بنا دیا ہوگا۔ سینکڑوں ہزاروں برائیوں سے معاشرہ پر ہونے کے باوجود آپ ﷺ نے اپنے دامن کو پاک و صاف رکھا، زندگی کے ہر شعبہ میں حضور نبی کریم ﷺ نے صداقت و سچائی اور امانت و دیانت سے کام لیا اور ہزار دشمنی کے باوجود کفار مکہ کو آپ ﷺ کی صداقت و سچائی اور امانت و دیانت پر انگشت نمائی کا موقع نہ ملا۔ دشمنان اسلام بھی آپ ﷺ کی امانت و دیانت پر اتنا مطمئن تھے کہ دشمنی کے باوجود اپنی امانتیں آپ ﷺ کے پاس رکھواتے تھے، تاریخ اسکی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ پیغمبر اسلام جیسا صداقت و امانت کا پیکر انسان روئے زمیں نے نہ کبھی دیکھا اور نہ دیکھ سکتی ہے۔ سچ پوچھئے تو آپ ﷺ پر ایمان لانے کیلئے صرف یہی چیز کافی ہے کہ ایسے ماحول میں رہنے کے باوجود جہاں برائی کو برائی تصور نہ کیا جاتا ہو، قتل و غارت کو پیشہ بنا لیا گیا ہو، ایسے ماحول میں اپنے کو کوئی ہر گناہ سے بچا کر لوگوں کے سامنے پیش کر دے۔

یہ تھا زمانہ جاہلیت

تاریخ و سیرت کی کتابوں میں اسے ”زمانہ جاہلیت سے“ تعبیر کرتے ہیں، ان کی اخلاقی حالت اس قدر پست تھی کہ دنیا کی کون سی ایسی برائی تھی جو ان کے یہاں عروج پر نہ رہی ہو، قتل و غارت گری، مسافروں کو مارنا، قافلوں کو لوٹنا، ان کا محبوب مشغلہ تھا، شراب نوشی، بازاری عورتوں سے پیشہ کرانا، جس کو آج کی دنیا میں فحشہ خانوں اور چمکھ خانوں سے موسوم کرتے ہیں ان کے یہاں حصول دولت کا مہذب پیشہ تھا، عورتوں کی کوئی قیمت نہ تھی، شوہر کے مرنے کے بعد اس کا کوئی قریبی رشتہ دار اس پر اپنی چادر ڈال دیتا اور چارو ناچار وہ اس کی بیوی بن جاتی، محرم اور غیر محرم سے شادی کا کوئی آئین نہیں تھا، ایک مرد جس سے چاہے اور جتنی چاہے شادیاں کر سکتا تھا، حد تو یہ تھی کہ باپ کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا اپنی حقیقی ماں کو چھوڑ کر تمام سوتیلی ماؤں کو اپنی بیوی بنا لیتا، لڑکی کی پیدائش ان کے یہاں تک و عار تھی اس لیے اسے زندہ دفن کر دیتے تھے، اور یہ نہایت شریفانہ فعل تصور کیا جاتا، زنا کاری اور بدکاری بالکل عام اور قطعاً غیر معیوب تھی، بلکہ بھری محفلوں میں بے خوف و خطر مزے لے لے کر اس کو بیان کرتے، چنانچہ امرؤ القیس جو بہت بڑا شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ شہزادہ بھی تھا اس کا اپنی پھوپھی زاد بہن سے غلط تعلق تھا، وہ اس بدکاری کو اپنے قصیدوں میں خوب مزے لے لے کر بیان کرتا تھا اور حد تو یہ ہے کہ اس کو کعبہ اللہ پر آویزاں کرتا تھا۔

آزاد عورتوں کو زبردستی باندی اور مردوں کو غلام بنانا اور جانوروں کی طرح ان کی بیع و شراء کرنا ان کی بہترین تجارت تھی، ایک باندی سے کئی لوگ بدکاری کرتے اور پھر اس سے اولاد ہوتی، ہر ایک حقیقی اولاد مان کر اس کا دعویٰ دیا ہوتا، اور

بعض دفعہ یہی بات آپس میں لڑائی کا باعث بن جاتی، عورتیں اپنے جسم کے مخفی سے مخفی حصہ کو بنا سنوار کر مجمع عام میں بلا کسی شرم و حیا کے پیش کر کے لوگوں کو راغب کرتیں، ان کے اکثر اسباب معیشت کا دار و مدار تجارتی قافلوں کی لوٹ مار پر تھا، ذرا ذرا سی بات پر سالوں لڑائیاں چلتیں اور لڑائیوں میں لوگوں کو زندہ جلا دینا، حاملہ عورتوں کا پیٹ چاک کر کے حمل کو ضائع کر دینا، معصوم بچوں کو قتل کر دینا، ان کی زندگی کا ایک معمولی کھیل تھا، انتقام اور کینہ پروری اس درجہ تھی کہ نسلوں پہلے کے واقعات کا بدلہ لیا جاتا، کھانے پینے کے معاملہ میں کسی چیز سے پرہیز نہیں تھا، بھوک اور قحط کے دنوں میں جانوروں کے خون پی جاتے، زندہ جانور کا گوشت کاٹ کر کھا جاتے، مردار کھاتے غرضیکہ کسی چیز سے پرہیز نہیں تھا، جبکہ جانور بھی اپنی نوع کی مالوفات کے سوا کسی دوسری چیز کو نہیں کھاتے، بلی کبھی گھاس نہیں کھاتی، گھوڑا کبھی گوشت نہیں کھاتا، ان کے اخلاق کی صحیح منظر کشی حضرت جعفر رضی اللہ عنہ ابن ابی طالب نے اپنی اس تقریر میں کی ہے جو انہوں نے شاہ حبشہ اصحمہ (نجاشی) کے دربار میں کی تھی، انہوں نے کہا: اے بادشاہ ہم جاہلیت میں غوطے کھا رہے تھے، بتوں کی پرستش کرتے تھے، مردار کھاتے تھے، برائیوں میں لت پت تھے، رشتوں کو توڑتے تھے، پڑوسیوں کے ساتھ برا سلوک کرتے تھے، ہمسایوں کے لیے صرف دکھ اور رنج تھے، طاقت والے کمزوروں کو نیست و نابود کر دیتے تھے۔

یہ تو ان کی اخلاقی حالت تھی، مذہبی اعتبار سے معاملہ اور پیچ در پیچ تھا، کیونکہ جہالت عام تھی، نہ کوئی علم و فن تھا اور نہ لکھنے پڑھنے کا کوئی رواج، عام رجمان بت پرستی کی طرف تھا جو انہوں نے پڑوسی ملکوں سے اپنی جہالت کے سبب اپنا لیا تھا۔ بتوں کی پرستش عشق کی حد تک تھی، علاوہ ازیں ارواح خبیثہ، شجر و حجر اور چاند و سورج بھی مقدس دیوتاؤں میں تھے، بتوں کے نام پر انسانوں کو قربان کر دیتے، جانوروں

کا پہلا بچہ بتوں کی بھینٹ چڑھتا، کھیتی کی بہترین پیداوار بتوں کی نظر ہوتی، ہر قبیلہ کا بت الگ ہوتا اور وہی اس قبیلہ کے خیر و شر کا مالک مانا جاتا، کعبۃ اللہ کے اندر تین سو ساٹھ بت تھے، اس حرمت اور عظمت والے گھر کا ننگے ہو کر طواف کرتے، اسی طرح یہودیت عیسائیت اور مجوسیت کے اثرات بھی تھے، گو کم، گویا اس وقت کا عرب مذاہب باطلہ اور تخیلات فاسدہ کا مجموعہ تھا۔ ہر طرف تاریکی ہی تاریکی تھی روشنی کی کوئی کرن نظر نہیں آتی تھی۔ ایسے نازک ترین دور میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی جس سے سارا عالم روشن اور منور ہو گیا۔

تعلیم نبوت کا نتیجہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے پہلے عرب میں کتنی برائیاں تھیں، لوگ کس طرح اخلاقی گراؤ کے شکار تھے، میری گذشتہ معروضات کی روشنی میں آپ کو تھوڑا بہت اندازہ ہو گیا ہو گا اب یہ بھی سنتے چلیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد دنیا میں کیسی تبدیلی آئی، کیسا انقلاب برپا ہوا، وہی عرب بدو جو ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے، لڑائی جھگڑا ان کی شناخت بن چکا تھا، معمولی معمولی بات کی وجہ سے سا لہا سال لڑائیاں چلتی رہتی تھیں اور کشت و خون کا بازار گرم رہتا تھا اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تسلیم دی تو ایک دوسرے کے بھائی بن گئے، بلکہ ایک دوسرے پر جان نچھاور کر نیوالے بن گئے اور علوم و فنون کے ایسے ماہر پیدا ہو گئے کہ ملکوں کی سربراہی ان کو عطا کی گئی اور جس ملک میں بھی صحابہ کرام نے قدم رکھا آج بھی ان کے فیوض و برکات ظاہر ہو رہے ہیں، ان کی حکومت و سلطنت میں عدل و انصاف کا ڈنکا بجتا تھا، رعایا سے لے کر جانوروں تک سکون و اطمینان کا سانس لے رہے تھے۔ کسی شاعر نے کتنی اچھی بات کہی ہے۔

کیا بات تھی کہ نہ روما سے نہ ایراں سے دبے
چند بے ترتیب اونٹوں کے چرانے والے
جن کو کافور یہ ہوتا تھا نمک دھوکا
بن گئے خاک کو اکسیر بنانے والے

یہ سب آپ ﷺ کے فیوض و برکات کا نتیجہ تھا۔ آج بھی اسلام میں تعلیم کی
وہی تاثیر ہے مگر شرط ہے کہ اسکو صحیح طریقوں پر حاصل کر کے اس پر عمل کیا جائے۔
اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق دے۔ آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

☆☆☆

جہیز کی لعنت کیلئے

لڑکی کے والدین بھی ذمہ دار ہیں

الْحَمْدُ لِلَّهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنُؤْمِنُ بِهِ وَنَتَوَكَّلُ
عَلَيْهِ وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ
فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يَضِلَّهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَنَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ
لَا شَرِيكَ لَهُ وَنَشْهَدُ أَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ أَمَا بَعْدُ
فَاعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ، بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ يَا أَيُّهَا
النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا
وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ
وَالْأَرْحَامَ ، صَدَقَ اللَّهُ الْعَظِيمُ

مشفق و مہربان معلمات، عزیزہ طالبات، ماؤں اور بہنو! نبی کریم ﷺ نے
ارشاد فرمایا کہ جس نے مال و دولت حاصل کرنے کیلئے شادی کی اسکو فقر و فاقہ کے سوا
اور کچھ ہاتھ نہ آئیگا، اور جس نے عزت حاصل کرنے کیلئے شادی کی اسکو ذلت و رسوائی

کے سوا کچھ نہ ملے گا۔ جہیز کی کثرت کیوجہ سے کتنی معصوم دوشیزائیں جوانی کی دہلیز کو پار کر رہی ہیں اور ان کو شادی کرنے کیلئے بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے اور تنگ آ کر خودکشی کرنے پر مجبور ہوتی ہیں، جبکہ شادی تو بالکل سادی ہونی چاہئے۔ حدیث میں آتا ہے کہ سب سے بابرکت نکاح وہ ہے جس میں کم خرچ ہو، صحابہ کرام کے دور میں اس طرح جہیز کا رواج نہیں تھا کہ والدین کی نیندیں حرام ہو جائیں اور غربت و افلاس کیوجہ سے لڑکی جوان ہونے کے باوجود بھی گھر ہی پر بیٹھی رہے، جیسے ہمارے زمانے میں ہو رہا ہے، مگر یہ بات بھی ہمیں یاد رکھنی ہوگی کہ لڑکی کے والدین کی بھی غلطی ہے اگر اللہ نے دو پیسے دیدیئے ہیں تو والدین بھی یہی چاہتے ہیں کہ میری لڑکی کی شادی خوب دھوم دھام سے ہو، ناچ گانے اور دنیا کی خرافات کا انتظام کر کے فضول خرچیاں کی جائیں اور اس طرح شیطانوں کے چیلوں کو خوش کیا جائے۔

مردوں کی بڑی ذمہ داری

لڑکیوں کے والدین بھی جہیز کی لعنت کو زندہ رکھنے کے پورے ذمہ دار ہیں، دیکھنے میں تو یہی آتا ہے کہ وہ ایسے معیار قائم کرتے ہیں جو قطعی غیر ضروری ہوتے ہیں۔ ایک عام سروے کے مطابق یہ بات سامنے آئی ہے کہ دو لہے کی ماں اور بہنیں جہیز کی سودا باز ہستیاں ہوتی ہیں لیکن جب اس سودے بازی کو قریب سے دیکھیں تو ساس اور نندیں اصل ہدایت کار نہیں ہیں۔ بنیادی طور پر طے مرد ہی کرتے ہیں، جب موٹی رقمیں طے ہو جاتی ہیں تو عورتیں اس خانے میں رنگ بھرتی ہیں، ہمارے سماج کے ٹھیکے دار تو مرد ہیں اگر وہ سختی سے جہیز کے خلاف فیصلے لیں تو ساس اور نندیں کچھ نہیں کر سکتیں، عورتوں پر جہیز کا الزام لگانا ایسا ہی ہے جیسے جنگ میں عام فوجیوں پر الزام لگایا جائے۔ عام فوجی مارتے ہیں اور مرتے ہیں لیکن اعلان جنگ ہمیشہ

حکمران ہی کرتا ہے، ہندوستان میں جہیز ایک ایسی جنگ ہے جو مرد عورتوں کے خلاف لڑ رہا ہے اور اس جنگ میں عورتوں کا خون بہ رہا ہے۔ معروف صحافی سعدیہ دہلوی نے اپنے ایک مضمون میں لکھا ہے کہ جہیز ہمارے سماج میں مرد کی برتری کا وسیلہ بن گیا ہے، جو تشدد کی ایک قسم ہے جس سے عورت کو دہشت زدہ کیا جاتا ہے تاکہ وہ کسی بھی معاملے میں سرکشی نافرمانی یا بغاوت نہ کر سکے۔

جہیز تو ایک تحفہ ہے

ہمیں تعلیمات رسول اللہ پر عمل کرنا ہوگا، جس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمعین نے اور ہمارے بزرگان دین یہاں تک کہ ہمارے قریبی اسلاف نے عمل کر کے دیکھایا ہے۔ میں نے ابھی ایک اخبار سالار میں پڑھا کہ ایک ننھی منی جو ابھی دنیا میں آئی تھی اسے اس کے بدنصیب، بد قسمت، گنہگار والدین نے کچھری کے کباڑ کے حوالے کر دیا جہاں کتوں نے اس کے جسم کا بیشتر حصہ کھا لیا، اس طرح کے واقعات آئے دن سننے میں آتے ہی رہتے ہیں کہ لڑکیوں کو دنیا میں آنے سے پہلے ہی ختم کر دیا گیا، اس کے پیچھے بے شک نہایت دردناک، خوفناک، المناک حقیقت چھپی ہے کہ کیا وہ ختم کی گئی لڑکی اعلیٰ تعلیم سے سنور سکتی تھی؟ کیا اس کی شادی معیاری ہو سکتی تھی؟ کیا اس لڑکی کی بدولت قوموں کی تقدیر سنور سکتی تھی؟ ایسے سینکڑوں سوال جو جاہل ماں باپ کو بے چین کئے دیتے ہیں، کیونکہ بھاری بھر کم جہیز موٹی رقم، کئی تولے سونا چاندی، ہیرے جواہرات دینے کے باوجود بیشتر لڑکیوں کی زندگی جہنم سے بدتر ہو جاتی ہے۔ جہیز ایک تحفہ ہے جو ماں باپ اپنی بیٹی کو شادی کے موقع پر دیتے ہیں تحفہ دینا یا لینا بری بات نہیں ہے، لیکن بے جا خواہش بہت بری بات ہے شیکسپیر نے کہا ہے کہ ”نیکی ہی گناہ بن جاتی ہے اگر اس کا صحیح استعمال نہ کیا جائے“۔

غور کا مقام ہے کہ پیغمبر السلام ﷺ نے اپنی پیاری بیٹی کو کیا جہیز دیا تھا؟ اسلام نے عورتوں کو کس مقام کا حامل بتایا ہے؟ جہیز کے ٹھیکہ داروں کو یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ جو والدین اپنی بیٹی کو اپنے نخت جگر کو ہنسی خوشی دوسروں کے حوالے کر سکتے ہیں، اس کے لئے روپے، پیسے، جائیداد کی وقعت کیا ہے؟ بیساکھی کے سہارے انسان زیادہ دور تک نہیں جاسکتا۔ جہیز کے سامان سے ان کی زندگی نہیں چل سکتی۔ کیونکہ اس میں برکتیں نہیں ہوتیں۔ جس طرح جھولی بھیک سے بھری جاتی ہے اسی طرح خالی بھی ہو جاتی ہے۔

مغربی دنیا میں جہیز کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، ضرورت اس بات کی ہے کہ اس لعنت کو ٹھوکر سے مار کر ملک سے دور بھگا دیا جائے، دنیا کے ہر مذہب نے دولت کے تباہ کن اثرات سے انسانوں کو خبردار کیا ہے، پھر بھی دنیا کسی ناکسی روپ میں سونے کے بچھڑے کی پوجا کرتی رہی ہے، اگر پہاڑ کو سرکانے کا ارادہ ہو تو پہلے زڑوں کو سرکانا ہوگا۔ یہ تحریک ہمیں اپنے گھر سے شروع کرنی ہوگی اس مستحکم ارادے کے ساتھ کہ

ہاں سنگ گراں اور بھی کچھ راہ میں ڈالو

یہ قافلہ اب تیز قدم ہو کے رہے گا

کوئی زبردست تنظیم ہونی چاہیے

جہیز کی اس لعنت کو جو ہمارے معاشرے بلکہ پورے ملک میں پھیلی ہوئی ہے، اس کو ختم کرنے کے لئے علماء کرام کو آگے بڑھ کر اس کا سدباب کرنا ہوگا اور اس غلط رسم و رواج کو ختم کرنا ہوگا، اور اس کے لئے کوئی ایسی تحریک ہونی چاہیے جو کثرت جہیز کو روک سکے اور معاشرے کے اندر پھیلی ہوئی برائیوں پر کنٹرول کر سکے، بسا

اوقات تو محض نام و نمود اور شہرت کے لئے لڑکی کے والدین کثرت جہیز کو بنیاد بنا کر کروڑوں روپے خرچ کر ڈالتے ہیں اگر شادیوں میں کم خرچ کیا جائے تو مسلمانوں کی اقتصادی حالت ٹھیک ہو سکتی ہے، غریب سے غریب آدمی بھی جب اپنی بیٹی کی شادی کرتا ہے تو لاکھوں روپیہ خرچ کر ڈالتا ہے اس لئے لڑکے کے والدین اور لڑکی کے ماں باپ کو اس بات کی کوشش کرنی چاہیے کہ کم سے کم خرچ میں شادی کی تقریب مکمل ہو جائے اگر آپ شادی میں پیسے خرچ کرنا چاہتے ہیں تو بہتر شکل یہ ہے کہ اپنے داماد کو پیسے دیدیں خواہ شادی کے بعد ہی ہوتا کہ کوئی کاروبار کر لے اور اس طرح اس کی زندگی خوشگوار ہو جائے اور ایک کو بھی اسی وقت صحیح معنوں میں سکون و اطمینان حاصل ہو سکتا ہے جبکہ آپ کی اولاد کی معاشی حالت صحیح ہو اور دین پر قائم ہو، فضول خرچ کرنے والے ہمیشہ پریشان رہتے ہیں اس لئے ضرورت کے موقعوں پر پیسے خرچ کریں۔

وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

☆☆☆

جہاد کا مقصد

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْأَنْبِيَاءِ
وَالْمُرْسَلِينَ، وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ، آمَّا بَعْدُ! فَأَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ
الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ، بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، أَذِنَ لِلَّذِينَ يُقْتَلُونَ بِأَنَّهُمْ
ظَلَمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ صَدَقَ اللَّهُ الْعَظِيمُ.

مشفق و مہربان معلمات، عزیزہ طالبات، خواتین اسلام، ماؤں اور بہنو!
قرآن کریم نے کئی مقامات جہاد کا تذکرہ کیا ہے اور احادیث میں بھی جگہ جگہ جہاد کی
ترغیب دی حضور ﷺ نے فرمایا، کہ میں چاہتا ہوں کہ اللہ کے راستہ میں شہید کیا
جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں، پھر شہید کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں، پھر شہید کیا جاؤں
اور قیامت کے دن شہید اپنے زخموں اور خون کے ساتھ لت پت اللہ کی بارگاہ میں
اٹھایا جائیگا اور اللہ سے درخواست کریگا کہ مجھے پھر سے دنیا میں بھیج دیا جائے تاکہ
دشمنوں سے قتال کروں اور شہید کیا جاؤں۔ نبی کریم ﷺ خود جس چیز کی تمنا فرما
رہے ہوں اندازہ لگائیے کہ وہ کتنی عظیم الشان ہستی ہوگی، ہر نبی کو عموماً جہاد کا حکم دیا
جاتا رہا ہے، ہر حکومت و سلطنت کے اندر یہ چیز رائج ہے کہ دشمنوں سے مقابلہ کرنے

کیلئے باقاعدہ طور پر فوجیں ہر وقت تیار رہتی ہیں اور حکومت کی آمدنی کا بہت بڑا
حصہ فوجیوں پر صرف کیا جاتا ہے تاکہ دشمنوں سے حفاظت رہے اور باہر سے کوئی
ملک حملہ نہ کرنے پائے۔

اسلام نے جہاد کو فرض قرار دیا اس کے پیش نظر بڑی مصلحتیں پوشیدہ ہیں۔
جہاد کا اولین مقصد انسانیت کو ظلم و جور سے نجات دلانا ہے اور کمزوروں محتاجوں کی
حفاظت کرنا، نیز فساد فی الارض کا قلع قمع کرنا ہے، قرآن میں اس مفہوم کو یوں واضح
کیا ہے۔ اجازت دی گئی ان لوگوں کو جنگ کی جن سے کفار لڑتے ہیں کیوں کہ ان پر
ظلم ڈھایا گیا ہے اور خدا ان کی مدد کرنے پر قادر ہے۔ (سورہ حج: ۲۹)

ایک جگہ اور ارشاد ہے: اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں ان
کمزوروں اور مغلوب مردوں، عورتوں اور بچوں کی خاطر نہیں لڑتے، جو فریاد کرتے
ہیں کہ ہمارے رب ہمیں اس بستی سے نکال یہاں کے لوگ ظالم ہیں اور اپنے پاس
سے ہمارا کوئی حمایتی بنا دے اور ہمارے لیے اپنی طرف سے مددگار بھیج۔ (سورہ نساء: ۷۵)

جہاد کا مقصد انسانیت کا ظلم و ستم سے آزاد کرانا ہے اس لیے اس پر
اللہ رب العزت کی جانب سے بڑا اجر و ثواب مقرر کیا گیا ہے، سماج کے
پسماندہ طبقات کی خدمت بھی اسی مقصد کی تکمیل کرتی ہے، اس لیے
رسول پاک ﷺ نے سماجی خدمت کا بار اٹھانے والاوں کو بھی مجاہد کی
طرح اہمیت دی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے: بیواؤں اور مسکینوں کی خدمت
کرنے والا بھی مجاہدین فی سبیل اللہ کی مانند ہے، راوی کہتے ہیں کہ میرا
خیال ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ وہ اس نماز کی مانند ہے جو پے
در پے نماز پڑھتا ہے اور اس روزے دار کی طرح ہے جو افطار نہیں کرتا۔

(الصبح المسلم، کتاب الزہد باب فضل الاحسان الی الاراملۃ)

کمزور اور ناداروں کی مدد کی بہت سی صورتیں ہو سکتی ہیں، قانونی بھی اور اخلاقی بھی، معاشی حالت کا درست کرنا بھی اس میں شامل ہے۔ کسی پر ظلم ہو تو اسے روکنے کی کوشش کی جائے اور اس کی پریشانیوں میں اس کا ساتھ دیا جائے۔ جس سماج میں مظلوم کی خدمت اور نصرت کا یہ عزم اور حوصلہ ہو وہ وحشت و بربریت سے پاک ہوگی اور اس میں کمزور سے کمزور تر انسان بھی بے بس کی زندگی گزارنے پر مجبور نہ ہوگا۔ (تحقیقات اسلامی شمارہ اکتوبر تا دسمبر ۱۹۸۶ء ص: ۲۳)

آج تجھ کو بتاتا ہوں تقدیر

قرآن صاف اعلان کرتا ہے۔ وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَمُتَّضِعَفَيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ اللہ کے راستہ میں جہاد نہیں کرتے ہو اور کمزور مردوں اور عورتوں کیلئے اور ان بچوں کیلئے جو کہتے ہیں اے ہمارے رب ہم کو نکال دیجئے اس بستی سے جہاں کے باشندے ظالم ہیں تو جہاد کا ایک اہم وجہ مجبوروں، بیواؤں اور غریبوں کی مدد کرنا ان کے اوپر ہونے والے ظلم و ستم کو روکنا ہے۔ ایسا نہیں جیسا کہ آج کل لڑائیاں ہوتے ہیں ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں بے قصور جانیں تلف ہو جاتی ہیں، دہشت گردی کے نام پر پورے پورے ملک کو تباہ و برباد کر دیا جاتا ہے، لیکن اسلام ایک ایسے جہاد کی تعلیم دیتا ہے جس میں امن و امان ہی ہے صرف انہیں لوگوں سے لڑائی کی جائیگی جو نقصان پہنچا سکتے ہوں، بچوں، عورتوں اور بوڑھوں کو نہیں چھیڑا جائیگا، ہمارے سامنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا نمونہ موجود ہے انہوں نے کس طرح جہاد کیا پورے پورے ملک سدھار دیا وہ حلقہ بگوش اسلام ہوئے اور فاتح قوم کے مطیع و فرمانبردار بھی ہو گئے اور

ان کے اخلاق و کردار کے گرویدہ بن گئے۔ جہاد کی مثال ایک خراب عضو کی طرح ہے اگر اس کو نہ کاٹیں گے تو پورا جسم خراب ہو جائیگا۔ ظاہری بات ہے کہ کوئی بھی ڈاکٹر یہ نہیں کہے گا کہ کیوں اس کے جسم کا ایک حصہ کاٹتے ہو بلکہ ہر ایک ڈاکٹر جسم کی حفاظت و بقا کیلئے اس عضو کو کاٹنے ہی کا مشورہ دے گا۔ بس ایسے ہی سمجھ لیجئے جہاد کو بھی کہ بعض عناصر انسانی معاشرے کو بگاڑنے پر تلے ہوئے ہیں اور ان کے لئے اصلاح نا کافی ہوتی ہے اسلئے اس کا آخری درجہ جہاد ہی ہوا کرتا ہے تاکہ معاشرے کی اصلاح ہو سکے اور ملک میں امن و امان قائم ہو سکے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے۔

الْجِهَادُ مَا ضَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ جِهَاد قِيَامَتٍ تَكَ چلتا رہے گا، جب قوم مسلم جہاد کو ترک کر دی تو ذلیل و رسوا رہے گی اقبال مرحوم نے کتنی اچھی بات کہی ہے۔

تو آج تجھ کو بتاتا ہوں تقدیر امم کیا ہے

بشمیر و سنا ارلی طاؤس و رباب آخر

جب مسلم قوم بیدار رہے گی اور جہاد کیلئے تیار رہے گی تو ترقی کی راہ پر گامزن رہے گی اور دنیا اسکی قدم بوسی کرے گی اور جب تلوار میان میں چلی گئی اور جہاد کرنا چھوڑ دیا اور ناچ گانے میں مست ہو گئی تو اب سمجھ لو کہ قوم کا زوال شروع ہو گیا، یہ بزدلی اور کمزور ہو کر بیٹھ گئے اور دشمنان اسلام شیر بن کرتے تنہا پھر رہے ہیں اور دنیا کے شہر و ممالک پر قبضہ جمائے بیٹھے ہیں۔

گہوارا قلب مومن میں اب جزو ایمان سوتا ہے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

☆☆☆

عمدہ لباس پہنیں مگر.....!

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْأَنْبِيَاءِ
وَالْمُرْسَلِينَ، وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ، أَمَّا بَعْدُ! فَاغْوِذْ بِاللَّهِ مِنَ
الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ، بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، يَبْنَى آدَمَ قَدْ أَنْزَلْنَا
عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُؤَارِي سَوَاتِكُمْ وَرِيْشًا وَلِبَاسُ التَّقْوَى ذَلِكَ خَيْرٌ
صَدَقَ اللَّهُ الْعَظِيمُ

صدر جلسہ، میری پیاری معلمات، عزیزہ طالبات، ماؤں اور بہنو! لباس
انسان کیلئے لازم اور ضروری ہے، بغیر لباس کے انسان کی زندگی گذر نہیں سکتی اور نہ
ہی کوئی انسان لباس پہنے بغیر سوسائٹی اور انسانی معاشرے کے اندر بود و باش اختیار
کرتا ہے۔ لباس کا ہونا انسان کیلئے اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ کھانا بلکہ کھانے سے
بھی زیادہ ضروری لباس ہے، دو وقت کا کھانا نہ ملے کوئی حرج نہیں انسان اسکو
برداشت کر سکتا ہے، لیکن ایک لمحہ بھی کوئی بلا ضرورت نگار ہنا پسند نہیں کر سکتا یہ انسان
کی شرم و حیا کے خلاف ہے لباس ہی کے ذریعہ انسان کی خوبصورتی ہے اور اسی کے
ذریعہ اللہ کی دیگر مخلوق سے انسان ممتاز ہے۔

آدمی کا حسن لباس سے ہے

عربوں کا محاورہ ہے ”حُسْنُ النَّاسِ بِاللِّبَاسِ“ انسان کا حسن لباس سے
ہے، اسلام نے قیمتی لباس پہننے اور زیب و زینت اختیار کرنے سے منع نہیں کیا ہے،
بلکہ قرآن نے زینت کا لباس اختیار کرنے کو کہا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ’خُذُوا
زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ زِينَتِ كَالْبَاسِ پھنو ہر نماز کے وقت۔

رسول اللہ ﷺ نے قیمتی کپڑے بھی پہنے ہیں اور رنگین و منقش کپڑوں کو بھی
استعمال کیا ہے، صحیح مسلم شریف میں ایک باب ”کتاب اللباس و الزینة“ ہے جس
کے ذیل میں رسول اللہ ﷺ کے لباس کا تذکرہ ہے، حضرت اسماء بنت ابی بکر
رسول اللہ ﷺ کا ایک طیالسی کسروانی جبہ تھا جس کی آستینوں اور گریبان پر نقش
ونگار بنے ہوئے تھے، اس جبہ کو آپ دھو کر بیماروں کو پلاتیں اور وہ شفایاب ہو جاتے
تھے۔ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں دیباچ کا ایک جبہ بھیجا
جس میں سونے کا کام کیا گیا تھا، نبی کریم ﷺ اسے زیب تن فرما کر منبر پر تشریف
لائے، لوگ اسے چھو کر کہنے لگے ہم نے آج تک ایسا کپڑا نہیں دیکھا تو آپ نے
فرمایا کیا تم اس کی نرمی پر تعجب کرتے ہو؟ سعد بن معاذ کا رومال جنت میں اس سے
بھی زیادہ نرم اور بہتر ہوگا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن
الخطاب رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ مسجد کے دروازے پر ایک ریشمی حلہ (پوشاک) بک رہا
ہے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ اس حلہ کو خرید لیں اور عام لوگوں کے لئے
جمعہ کو پہنیں اور فود سے ملاقات کے وقت زیب تن فرمائیں تو آپ نے ارشاد فرمایا:
”إِنَّمَا يَلْبَسُ هَذِهِ مَنْ لَا خَلْقَ لَهُ فِي آخِرَةِ“ یہ تو صرف ان لوگوں کیلئے ہے
جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ امام قرطبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں ”فما انكر عليه

ذکر التجمل وانما انکر علیہ کونہا سیراء“ (الجامع الاحکام القرآن) نبی کریم ﷺ نے اس کے خوبصورت ہونے کی بنا پر اس سے منع نہیں فرمایا بلکہ اس کے ریشمی ہونے کی وجہ سے منع فرمایا، ابن قدامہ نے لکھا ہے کہ ایسے مواقع پر زیب و زینت اختیار کرنا مشہور و معروف تھا۔ اسی وجہ سے جمعہ، عیدین اور لوگوں سے ملاقات کیلئے عمدہ لباس پہننے کی ترغیب دی گئی ہے، نیا ہو یا پرانا صاف ستھرا لباس پسندیدہ ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ کا محبوب ترین کپڑا جسے آپ پسند کرتے تھے اور پہنتے تھے یہی دھاری دار چادر تھی۔ شاہ ذی یزن نے آپ کو کپڑوں کا ایک جوڑا تحفہ میں بھیجا جو اس نے تینتیس اونٹوں کے بدلہ میں خریدا تھا آپ نے بھی بدلہ میں جو کپڑا بھیجا وہ بیس سے زائد اونٹوں کے بدلہ میں خریدا تھا۔

اس طرح کی اور بھی احادیث ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قیمتی، خوبصورت، رنگین اور نقش و نگار سے آراستہ لباس پہنے ہیں، اگرچہ آپ نے امت کی آسانی کیلئے عموماً سادہ لباس استعمال فرمایا۔ سیرت المصطفیٰ میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کا لباس نہایت سادہ اور معمولی تھا، آپ کو سبز لباس پسند تھا، آپ کی پوشاک عموماً سفید ہوتی تھی، یہی چادر جس پر سبز اور سرخ خطوط ہوں آپ کو بہت مرغوب تھی جو بردِ یمانی کے نام سے مشہور تھی، خالص سرخ لباس سے آپ منع فرماتے تھے، عام لباس تہبند، چادر، گرتا، جبہ اور کبل تھا جس میں پیوند لگا ہوتا تھا۔

(سیرت المصطفیٰ ج ۲ ص ۲۲۵)

کپڑے کا اصل مقصد ستر پوشی ہے

قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے لباس اتارنے کا تذکرہ کیا اور اس کا دو مقصد بیان کیا اے آدم کی اولاد ہم نے تمہارے لئے لباس اتارا جو تمہاری شرمگاہ کو

چھپائے اور زینت کا باعث ہو، ہمیں ایسا لباس ہی پہننا چاہیے جس سے صحیح معنوں میں پردہ پوشی ہو سکے، صرف فیشن کے لئے لباس نہ پہنیں، آج کل کے دور میں قسم قسم کے کپڑے بازاروں میں آگئے ہیں جن سے بجائے پردہ پوشی کے جسم کی نمائش ہوتی ہے اور بہت سے لباس تو ایسے ہوتے ہیں جن سے جسم کے بہت سے اعضا کھلے ہوتے ہیں اچھے کپڑے پہننے کی شریعت میں ممانعت نہیں ہے بیش قیمت کپڑے پہنیں مگر کپڑا پہننے کا جو اصل مقصد ہے وہ فوت نہ ہونے پائے نبی کریم ﷺ کو سب سے زیادہ پسندیدہ کپڑا قمیص (کرتا) تھا اسلئے آپ ﷺ کی امت کو بھی وہی لباس پہننا چاہیے، تقریبات کے موقعوں پر اور عیدین میں خاص طور پر جو عمدہ کپڑے آپ کے پاس ہوں وہی کپڑے پہنیں اور جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے مال و دولت سے نوازا ہے وہ اظہارِ نعمت کیلئے بہتر اور عمدہ کپڑے کا استعمال کریں، لیکن غرور و تکبر کیلئے کپڑا ہرگز نہ پہنیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ تکبر کر نیوالے کو ہرگز نہیں پسند کرتے بلکہ تواضع کرنے والے کو پسند کرتے ہیں۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

☆☆☆

بحمد اللہ تعالیٰ

”طالبات تقریر کیسے کریں؟“ جلد ہشتم تمام ہوئی۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ وَّآلِهِ وَاَصْحَابِهِ اَجْمَعِينَ

بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ .

❦❦❦

